عطیہ اعضاء اور اعضاء کی پیوند کاری سے متعلق سیمینار
میں پیش کیے گئے خطبات

مجموعۂ خطبات

سیمینار منعقدہ 8 اپریل 2015ء

شیخ زاید اسلامک سینٹر
جامعہ کراچی

بتعاون

سندھ انسٹیٹیوٹ آف یورولوجی اینڈ ٹرانسپلانٹیشن

عطیۂ اعضاء اور اعضاء کی پیوند کاری سے متعلق سیمینار
میں پیش کیے گئے خطبات

مجموعہ خطبات

سیمینار منعقدہ 8 اپریل 2015ء

شیخ زاید اسلامک سینٹر
جامعہ کراچی

بتعاون

سندھ انسٹیٹیوٹ آف یورولوجی اینڈ ٹرانسپلانٹیشن

جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ ہیں

نام کتاب	:	مجموعہ خطبات
مؤلف	:	سندھ انسٹیٹیوٹ آف یورولوجی اینڈ ٹرانسپلانٹیشن شیخ زاید اسلامک سینٹر (جامعہ کراچی)
سال اشاعت	:	2016ء
تعداد	:	5000
تزئین و پرنٹنگ	:	Fazlee's BOOK SUPERMARKET

نوٹ

اس کتاب کی اشاعت ایک گمنام بندے کی طرف سے
لگائی گئی عطیہ رقم کی وجہ سے ہو سکی ہے جو اپنے آپ کو
صرف "اللہ کا بندہ" کہلوانا پسند کرتا ہے۔

انتساب

پاکستان میں بعد از مرگ اعضاء عطیہ
کرنے والوں کے نام
نوید انور
شمیم بانو
پروفیسر عبدالرزاق میمن
سید عمران شاہ
محمد ارسلان

فہرست

۱	**باب اوّل** **علمائے کرام کی تقاریر**	۱۳
۲	احیائے نفس مفتی ضمیر احمد ساجد (پرنسپل دار العلوم غوثیہ رضویہ اسلام آباد)	۱۵
۳	حالت اضطرار میں تداوی بالحرام کا جواز ڈاکٹر مفتی محمد سلیم (جامعہ قادریہ فیصل آباد)	۱۹
۴	عطیہ اعضاء مجتہدین کے اقوال کی روشنی میں مولانا سید باقر عباس زیدی (مدرس / پرنسپل مدرسہ مہدی / جامعہ امامیہ)	۲۶
۵	عطیہ اعضاء کی حلت و حرمت علامہ صدیق ہزاروی (جامعہ ہجویریہ لاہور)	۳۰
۶	مَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَا اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا مولانا سید شہنشاہ حسین نقوی (مدیر باب العلم دار التحقیق)	۳۴
۷	اعضاء کی پیوندکاری کا مشروط جواز مفتی حماد الرحمن لدھیانوی (وائس پرنسپل جامعہ ملیہ اسلامیہ فیصل آباد)	۳۹
۸	اعضاء کی پیوندکاری کا جواز مولانا تقی ثاقب الدین (جامعہ اسلامیہ طیبہ شکارپور کالونی کراچی)	۴۴
۹	عطیہ اعضاء پر اسلامی نظریاتی کونسل کا موقف ڈاکٹر حافظ اکرام الحق (سیکرٹری اسلامی نظریاتی کونسل)	۴۷
۱۰	زرعِ اعضاء......ایک اجتہادی مسئلہ علامہ صاحبزادہ ابوالخیر زبیر (صدر، جمعیت علمائے پاکستان)	۵۴

۱۱	ضرورت شرعی کے تحت انسانی اعضاء سے انتفاع شرعاً جائز ہے علامہ مفتی محمد ابراہیم (دار العلوم غوثیہ سکھر)	۵۹
۱۲	مسلم کا عضو کافر اور کافر کا مومن کو لگانے کا شرعی حکم مولانا محمد خان شیرانی (چیئرمین اسلامی نظریاتی کونسل)	۶۶
۱۳	عطیہ اعضاء اور ان کی پیوند کاری۔۔۔ایک اجماعی فیصلہ مفتی منیب الرحمن (چیئرمین رویت ہلال کمیٹی)	۷۰
۱۴	**باب دوم** **اعضاء کی منتقلی کے بارے میں تفصیلات**	۷۹
۱۵	اعضاء کی پیوند کاری	۸۱
۱۶	ٹرانسپلانٹیشن (منتقلی اعضاء) کی تاریخ	۸۶
۱۷	عالمی سطح پر اعضاء کی پیوند کاری اور عطیہ اعضاء	۸۹
۱۸	اعضاء کی پیوند کاری اور مسلم ممالک	۹۱
۱۹	ترکی	۹۲
۲۰	سعودی عرب	۹۳
۲۱	ایران	۹۵
۲۱	کویت	۹۶
۲۲	لبنان	۹۷
۲۳	ملائشیا	۹۸
۲۴	اعضاء کے حصول اور تبدیلی اعضاء کا طریقہ کار	۱۰۰
۲۵	اورگن ڈونر (معطی اعضاء) کیسے بنا جا سکتا ہے؟	۱۰۲
۲۶	پاکستان میں انسانی اعضاء کی پیوند کاری کے قانون کا تاریخی پس منظر اور قابل غور نکات	۱۰۳

اظہارِ تشکر

ہم اُن تمام شخصیات اور اداروں کے تہہ دل سے ممنون ہیں جنہوں نے ہماری اس کاوش میں ہمارے ساتھ بھرپور تعاون کیا۔

ہم خصوصی طور پر ڈاکٹر نور احمد شاہتاز صاحب اور شیخ زاید اسلامک سینٹر کے بھی شکر گذار ہیں جنہوں نے اس سلسلے میں ہونے والی تقریب اور کتاب کی تشکیل میں ہماری رہنمائی کی۔

ہم تمام مقررین اور شرکاء کے بھی ممنون ہیں جنہوں نے اس تقریب شرکت میں فرما کر اپنے ارشادات کے ذریعے گراں قدر معلومات فراہم کیں، اس سلسلے میں ہم سعودی عرب کے پروفیسر فیصل شاہین اور کویت کے پروفیسر مصطفےٰ المسوی کے بھی احسان مند ہیں جنہوں نے براہِ راست ٹیلی کاسٹ کے ذریعہ حاضرین سے خطاب فرمایا۔

ہم SIUT ، itelecast اور جناب ضیاء الرحمن ضیاء کے تعاون کے بھی شکر گذار ہیں۔

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم وبہ نستعین...

عصری مسائل میں سے ایک اہم مسئلہ اعضاء کے عطیہ کرنے اور ان کی پیوندکاری کا ہے اس پر مسلسل مضامین آرہے ہیں اور فقہ اسلامی پر لکھی جانے والی متعدد کتب کے ابواب میں اس اہم مسئلہ نے جگہ پائی ہے۔

شیخ زاید اسلامک سینٹر کے بی ایس کے نصاب میں چونکہ فقہ کا مضمون شامل ہے اور اس کی تدریس کے دوران طلبہ وطالبات کو جدید مسائل سے روشناس کرایا جاتا ہے اس لئے وقتاً فوقتاً جدید مسائل پر سیمینار اور محاضرات کا اہتمام بھی کیا جاتا ہے۔اسی سلسلہ کی ایک کڑی کے طور پر اس اہم اور نازک مسئلہ پر بھی ایک سیمینار کی تجویز ہوئی،سوال یہ تھا کہ گفتگو

کے لئے علماء کرام کو زحمت دی جائے، یونیورسٹی اسکالرز کو بلایا جائے یا مفتیانِ کرام سے درس کی صورت میں استفادہ کیا جائے۔

دوسری جانب یہ معاملہ بھی پیش نظر تھا کہ مختلف مکاتب فکر کے علماء کا اس مسئلہ میں کچھ اختلاف بھی ہے اور اطباء (ڈاکٹرز) حضرات بھی انہی اختلافات کے باعث ایسے مریضوں کے آپریشنز کرنے میں کچھ فکری انتشار کا شکار رہتے ہیں کہ جو کام بطور ڈاکٹر وہ ڈیوٹی سمجھ کر، کر رہے ہیں وہ جائز بھی ہے یا نہیں۔ نیز جو ڈاکٹرز اسے کار ثواب سمجھ کر کرتے ہیں ان میں بھی بعض اس کشمکش کا شکار ہیں کہ یہ ثواب کا کام ہے بھی یا وہ کسی خوش فہمی کا شکار ہیں اور اسے ثواب سمجھ کر کئے چلے جا رہے ہیں جبکہ ان کے مکتب فکر کے بعض علماء کرام اسے ثواب تو کیا جائز بھی قرار نہیں دیتے۔

مذکورہ بالا دونوں صورتوں میں رہنمائی لینے اور فراہم کرنے کی ضرورت تھی چنانچہ ہم نے یہ طے کیا کہ ایک ایسا سیمینار منعقد کیا جائے جس میں دونوں مسئلے حل ہو سکیں۔ کہ طلبہ کی نصابی ضرورت بھی پوری ہو جائے اور علماء و اطباء کو برج (Bridge) بھی کیا جا سکے، تا کہ وہ فاصلے کم ہوں جو ان دونوں اہم طبقہ زندگی کے مابین ہیں اور افہام و تفہیم کی صورت پیدا ہو۔ ڈاکٹرز کا وژن کلیئر ہو سکے اور علماء بھی ہر مکتبہ فکر کے ہوں تا کہ ہر مکتب فکر کے ڈاکٹر کو اطمینان حاصل ہو۔

ہم نے اللہ کا نام لے کر اس پر کام شروع کر دیا اور سب سے پہلے اس سلسلہ میں ہم نے اعضاء کی پیوندکاری کرنے والے کراچی میں موجود ملک کے ایک بڑے ادارہ SIUT کے سربراہ محترم جناب ڈاکٹر ادیب رضوی صاحب سے رابطہ کیا جنہوں نے بہت مثبت جواب دیا۔ (جزاہ اللہ احسن الجزاء)

اسی طرح علماء میں ہر مکتب فکر کے سب سے بڑے عالم سے رابطہ کیا جیسے مفتی منیب الرحمن صاحب، مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب جو دونوں اپنے اپنے مکتب فکر کے مفتی اعظم

پاکستان ہیں، اسی طرح جمعیت علماء پاکستان کے سربراہ صاحبزادہ ابوالخیر زبیر صاحب فقہ جعفری کے علماء، علامہ شہنشاہ حسین نقوی، ڈاکٹر محسن نقوی ودیگر علماء کرام۔

اسلامی نظریاتی کونسل جو ملک کا فقہی قانونی وآئینی حوالے سے ایک موقر ادارہ ہے کے سربراہ علامہ محمد خان شیرانی صاحب سے گزارش کی، ان تمام بزرگان دین ورہنمایان قوم نے اس اقدام کی تعریف کی اور اس سیمینار کے انعقاد کو وقت کی ضرورت قرار دیا چنانچہ سیمینار ہوا۔ ہر مکتب فکر کے جید علماء کرام تشریف لائے۔ ڈاکٹر ادیب رضوی صاحب اپنے دوسو ڈاکٹرز کی ٹیم کے ساتھ شریک ہوئے۔ ڈاؤ یونیورسٹی، سندھ یونیورسٹی، مہران میڈیکل کالج، چانڈکا میڈیکل کالج اور سندھ کے دیگر میڈیکل کالجز کے طلبہ واساتذہ (ڈاکٹرز) کی ایک بڑی تعداد نے اور مذہبی طبقہ سے علماء وعوام کے ایک جم غفیر نے شرکت کی ہمارا پانچ سو نشستوں پر مشتمل آڈیٹوریم بھی کم پڑ گیا۔

الحمد للہ علماء کرام نے مسئلہ کی وضاحت میں شرح وبسط سے گفتگو کی۔ سعودی عرب اور کویت سے معروف سرجنز کو (جو اعضاء کی پیوندکاری کرتے ہیں) ویڈیو کانفرنس کے ذریعہ آن لائن لیا گیا۔ اوران کے تجربات وخیالات سے بھی استفادہ کیا گیا۔

اس سیمینار کی مکمل روداد ایک ڈی وی ڈی کی صورت میں تیار کی گئی ہے جو شیخ زاید اسلامک سینٹر کراچی سے حاصل کی جاسکتی ہے۔

علماء کرام کے گراں قدر خیالات کو ٹیپ سے منتقل کر کے طبع کرانے اور مجموعہ مقالات کی صورت میں پیش کرنے کا ارادہ ہوا تو اس میں اگرچہ وقت بہت صرف ہوگیا مگر اس تاخیر کے بھی کچھ اسباب تھے، کچھ ہماری روایتی کاہلی بھی تھی، تاہم اب اسے مطبوعہ صورت میں پیش کیا جارہا ہے امید ہے کہ یہ ہر خاص وعام کے لئے مفید ہوگا۔

راقم تمام علماء کرام اور ڈاکٹرز کا تہہ دل سے ممنون ہے اور بطور خاص مفتیان کرام و ڈاکٹر ادیب رضوی صاحب کا کہ جنہوں نے اس سیمینار کے انعقاد کو کامیابی سے ہمکنار کرنے

کے لئے ہر ممکن تعاون فرمایا۔ SIUT اور سینٹر کے جن اساتذہ، اسٹاف ممبرز اور طلبہ نے اس مجموعہ کی طباعت و اشاعت کے مراحل میں تعاون کیا ان سب کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں۔
رب کریم ہمیں یونہی مل جل کر مسائل کو سمجھنے اور حل کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے (آمین)

پروفیسر ڈاکٹر نور احمد شاہتاز
ڈائریکٹر، شیخ زاید اسلامک سینٹر جامعہ کراچی
رکن، اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان
مشیر، وفاقی شرعی عدالت حکومت پاکستان

باب اوّل
علمائے کرام کی تقاریر

احیائے نفس

مفتی ضمیر احمد ساجد
پرنسپل دارالعلوم غوثیہ رضویہ، اسلام آباد

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم
اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم ٥
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٥

من قتل نفساً بغیر نفساً او فسادا فی الارض فکانما قتل الناس جمیعا. و من احیاھا فکانما احیا الناس جمیعاً۔ صدق اللہ العلی العظیم. و صدق رسولہ النبی الکریم۔

انتہائی ادب کے لائق معزز اہل علم حضرات گرامی، منجملہ حاضرین۔ تفصیلی اور اصولی باتیں مجھ سے پہلے ہو چکی ہیں، میں ان کا اعادہ نہیں کروں گا۔ قرآن مجید کی ایک آیت کی تشریح کرتا ہوں، اس حوالے سے سورۃ مائدہ کی آیت نمبر 31 میں اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس نے کسی انسان کو بلا وجہ قتل کیا، تو گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کیا اور جس نے کسی

کو قتل ہونے سے بچایا تو گویا کہ اس نے تمام انسانوں کو بچایا۔

یہاں قتلِ نفس اور احیائے نفس کا ذکر ہے۔ قتلِ نفس کی شدید مذمت کی گئی ہے اور احیائے نفس کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے۔ احیائے نفس یعنی کسی کی زندگی کو بچانا، اس سے مراد صرف یہ نہیں ہے کہ اس کو قتل سے بچایا جائے، بلکہ یہاں اہلِ علم اور اہلِ تفسیر نے بہت سی چیزیں اور بھی لکھی ہیں کہ کسی کو اسبابِ ہلاکت سے بچانا مراد ہے۔ یعنی اگر کوئی قتل ہو رہا تھا تو اس کو بچایا ہے، کوئی ڈوب کر یا جل کر ہلاک ہونے والا تھا تو اس کو بچایا ہے اور اس کے علاوہ بھی دیگر اسباب ہیں۔ ان اسباب میں یہ بھی شامل ہے کہ ایک شخص اگر گردہ فیل ہونے سے ہلاک ہو رہا تھا اور اس کو کسی نے بچایا ہے، کوئی ہارٹ فیل ہونے کی وجہ سے یا دیگر اعضاء کے ناکارہ ہونے کی وجہ سے اگر اس کی جان خطرے میں ہے تو اس کی مدد کرنا بھی احیائے نفس ہے یعنی کسی کی زندگی کو بچانا ہے۔ یہاں پر اعضائے انسانی کی پیوندکاری کے حوالے سے دو قسم کے نظریات ہمارے سامنے ہیں۔ ایک وہ نقطۂ نظر ہے جس میں لوگ سمجھتے ہیں کہ اعضائے انسانی کی پیوندکاری جائز نہیں ہے، دوسرا نقطۂ نظر یہ ہے کہ یہ جائز ہے۔ جہاں تک پہلے نقطۂ نظر کا تعلق ہے، مجھ سے پہلے وہ بات ہو بھی چکی ہے، اُن کا خیال ہے کہ اس سے تکریمِ انسانی متاثر ہوتی ہے، اور اعضاء کی پیوندکاری سے اہانت ہوتی ہے۔ جب ہمارے اس زمانے میں جس طرح اعضاء کی پیوندکاری ہوتی ہے اس میں قطعاً یہ گمان تک نہیں ہوتا ہے، اور کسی کے ذہن میں یہ خیال نہیں جاتا ہے کہ جو شخص دنیا سے گیا ہے، یہ کام اس کی اہانت کے طور پر ہو رہا ہے، تو وہ سوال یہاں پر رفع ہو جاتا ہے کہ اس سے تکریمِ انسانی متاثر ہوتی ہے۔ لہٰذا یہاں ہمارے پاس جواز آتا ہے اور وہ دلیل ختم ہو جاتی ہے۔ لاشوں کے جو مثلے بنائے جاتے تھے، وہ ظاہر ہے، جبراً اور اہانت کے طور پر تو کیے جاتے تھے، لیکن اس میں ان کے ورثا کا کوئی عمل دخل نہیں ہوتا تھا اور ان سے جبری طور پر ایسا عمل کیا جاتا تھا۔ لیکن جو شخص اپنے اعضاء کو عطیہ کرتا ہے وہ تو جذبۂ خیر کی وجہ سے، خدمتِ خلق اور نیکی کے

جذبے سے وصیت کرتا ہے اور (اجازت) دیتا ہے کہ یہ ہماری طرف سے عطیہ ہے اور اس کو قبول کیجیے۔ لہٰذا اس حوالے سے وہ سوال ہمارے سامنے سے ختم ہو جاتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اعضائے جسمانی کی پیوندکاری کے حوالے سے یہ چیز ہمیشہ ہمارے پیش نظر رہنی چاہیے کہ یہ سلسلہ یہاں تک نہیں جانا چاہیے کہ اعضائے انسانی سامانِ خرید و فروخت بن جائیں اور وہ بازاروں میں بکنا شروع ہو جائیں، اس طرح سے اہانت ہو جائے گی۔ لیکن انتہائی ضرورت کے موقع پر جب کسی کی جان خطرے میں ہو یا اس کی شخصیت کو متاثر کرنے کے لیے وہ عضو damage ہو جائے تو ایسی صورتحال میں اہانت نہیں ہے بلکہ یہ بھی تکریم انسانیت ہے اور فی سبیل اللہ مدد ہے کہ کوئی اپنے اعضاء کو دوسروں کے لیے وقف کرے۔ ضرورتِ شرعی کی بنا پر جیسے کہ فقہائے کرام کے قواعد بھی ہیں کہ الضرورات تبیح المحظورات، کہ ضرورتِ شرعی ممنوع کو مباح کر دیتی ہے۔ اس حوالے سے اگر کسی شخص کا کوئی عضو ناکارہ ہو گیا ہے اور فوت ہونے والے شخص نے وصیت کی تھی کہ میرے یہ اعضاء خدمتِ خلق کے لیے فی سبیل اللہ وقف ہیں تو اس کو ضرورتاً خریدا جا سکتا ہے، لیکن اس کو بیچا نہیں جا سکتا ہے، اس کو بلاقیمت دوسرے کو دیا جا سکتا ہے۔ اگر کوئی شخص بیچنے پر مُصر ہے تو وہ گناہ گار تو ہے، لیکن اس سے اعضاء خریدے جا سکتے ہیں۔

جس طرح ہمارے سامنے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی مثالیں ہیں کہ انہوں نے کفر سے نکالنے کے لیے غلام انسانوں کو خریدا ہے اور خرید کر ان کو آزاد کیا ہے۔ یہاں انسانی اعضاء کی بات ہے، انہوں نے تو انسانوں کو خریدا ہے، کیونکہ جن کے قبضے میں وہ تھے، وہ ان کا معاوضہ وصول کرنا چاہتے تھے، صحابہ نے معاوضہ دے کر ان کو آزاد کیا ہے۔ لہٰذا انسانی اعضاء اسی طرح ضرورت کے مطابق خریدے جا سکتے ہیں۔ اس حوالے سے یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ وہ اعضاء جن کے ناکارہ ہونے سے انسان کی جان جا سکتی ہے ان کے لیے بھی اعضاء کا عطیہ کرنا خدمت ہے اور نیکی ہے اور وہ اعضاء بھی جن سے انسان کی

شخصیت متاثر ہوتی ہے اور بہت بڑی جسمانی منفعت زائل ہوتی ہے ان کو بحال کرنے کے لیے بھی اعضاء دیے جا سکتے ہیں، جیسے آنکھوں کا عطیہ، دیگر اعضاء کا عطیہ۔ نبی اکرم ﷺ نے ایک صحابی کو سونے کی ناک بنوانے کی اجازت دی تھی، تو اگر کسی کی ناک کٹ جائے تو (اس طرح) اس کی جان تو نہیں جا سکتی ہے، لیکن اس سے اس کی شخصیت متاثر ہوتی ہے، حالانکہ سونا استعمال کرنا (مرد پر) حرام ہے لیکن عیب کو چھپانے کے لیے اور بڑی منفعت کے لیے رسول اللہ ﷺ نے اس کی اجازت دی ہے۔ اسی طرح سے آنکھ بھی دی جا سکتی ہے۔ حضرات گرامی! یہ سب احیائے نفس میں شامل ہے، یہ زندگی بچانے میں شامل ہے۔ زندگی بچانے کے حوالے سے امام ابو حیان اندلسیؒ اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں، سب سے بڑا احیائے نفس یہ ہے کہ کسی کو کفر سے بچایا جائے۔ اگر کوئی شخص کفر کی موت پر رہا ہے تو اس کو اسلام کی زندگی دینا بھی احیائے نفس ہے۔ سو احیائے نفس بہت اہم لفظ ہے اور اس دور میں اس سے یہ مراد لی جا سکتی ہے کہ اگر کوئی شخص حالتِ اضطراری میں کسی مجبور مسلمان بھائی کے لیے اور کسی بھی انسان کے لیے آنکھوں یا گردوں کا عطیہ کرتا ہے یہ نہ صرف مباح ہے، اس کے دینے میں کوئی حرج نہیں ہے بلکہ یہ بہت بڑی نیکی ہے اور جائز ہے۔

وما علینا الا البلاغ المبین۔

☆☆☆

حالت اِضطرار میں تداوی بالحرام کا جواز

ڈاکٹر مفتی محمد سلیم
(جامعہ قادریہ، فیصل آباد)

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم
اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم ○
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○
فسئلوا اھل الذکر ان کنتم لاتعلمون۔ صدق اللہ العلی العظیم۔

اہل علم، اصحاب دانش وفکر!

جس عنوان پر اس کانفرنس کا انعقاد کیا گیا، اس پر گفتگو کرنا مجھ جیسے کم علم کے لیے آسان نہیں، کیونکہ تقاضہ یہ ہے کہ اس عمل کا قرآن وسنت کی روشنی میں کیا جواب نکلتا ہے اور قرآن وسنت کی روشنی میں پیش آمدہ مسائل کا جواب دینے کی جو اہلیت قرآن واحادیث کے اندر ذکر کی گئی علماء نے اس کی شروعات کیں، ان کے لائق میں اپنے آپ کو نہیں سمجھتا۔ لیکن جو کچھ ورق گردانی سے میرے سامنے صورت آئی اس کو آپ سے share کرنا ہے۔

اسلام دینِ فطرت ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ کہیں بھی، کسی موڑ پر بھی، کسی نے اپنی کسی بھی حاجت کے لیے، کسی بھی سوال کے جواب کے لیے اسلام کی طرف دیکھا، تو اسلام نے اسے تشنہ نہیں رہنے دیا۔ اس عنوان سے میرے نظریے یا میری فکر کی جو ان صفحات میں لکھی ہیں، اس کی کئی جہات بنتی ہیں۔ میں اپنی گفتگو میں کوشش کروں گا کہ ہر جہت سے ایک ایک بات کا ذکر کروں گا، آخر میں اپنی فکر کا میں ذکر کروں گا۔

ایک شخص بیمار ہے، لاعلاج ہو گیا اور اس کا علاج اعضاء کی پیوند کاری کے علاوہ اور کہیں نظر نہیں آ رہا۔ اگلا سوال یہ ہوا کہ کوئی مرنے والا اگر عطیہ کر دیتا ہے تو اس کے لیے کیا حکم ہے؟ اس سلسلے میں اگرچہ بہت ساری احادیث ہیں لیکن برکت کے لیے ایک حدیث کا ذکر کرتا ہوں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں، قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسر عظم المیت ککسر عظم الحی ''مردہ کی ہڈی کو توڑنا ایسے ہی ہے جیسے زندہ کی ہڈی کو توڑنا''۔ تو مراد پورا جسم ہے، بہت ساری احادیث میں اس کی طرف بھی نشان دہی کی گئی ہے اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے جو روایت ہے، اُس میں اس کا حکم بھی کر دیا، اگر کوئی کرتا ہے تو اُس کا کیا جرم ہے۔ فرمایا، عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال کسر عظم المیت. ککسر عظم الحی فی الاثم ''مردہ کی ہڈی کو توڑنا گناہ میں اس طرح سے ہی ہے جس طرح زندہ کی ہڈی کو توڑنا''۔ اس کا مطلب ہے، جس طرح زندہ کو کوئی زخم لگانا، اس کے کسی عضو کو توڑنا گناہ ہے، تو ایسے ہی مردہ کا بھی گناہ ہوتا ہے۔ اس طرح کے موضوعات کی احادیث کا خلاصہ علما نے جو بیان کیا، اس میں سے علامہ سرخسی رحمۃ اللہ کی عبارت پیش کرتا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں: ان العظم لا یتنجس بالموت، کسی بھی چیز کی ہڈی مر جانے سے نجس نہیں ہوتی۔ علی اصلنا. ہمارے اصول کے مطابق۔ لانہ لا حیاۃ فیہ، کیونکہ ہڈی کے اندر زندگی نہیں ہوتی۔ الا ان یکون عظم الانسان و عظم الخنزیر، ہاں، انسان یا خنزیر کی ہڈی ہے، وہ استعمال نہیں کر سکتے۔ فانہ یکرہ التداوی بہ

اس سے دوا یا علاج کرنا مکروہ ہے۔ لان الخنزیر نجس العین، خنزیر نجس العین ہے۔ فعظمہ نجس کلحمہ لا یجوز انتفاع بہ، اس کے گوشت کی طرح اس کی ہڈی بھی نجس ہوئی، اس سے نفع حاصل کرنا جائز نہیں۔ والآدمی محترم بعد موتہ علی ما کان علیہ فی حیاتہ اور انسان کے اعضاء کو استعمال اس لیے نہیں کر سکتے کہ اس کی عظمت جس طرح زندگی میں تھی، اسی طرح مرنے کے بعد بھی وہ عظیم ہی ہے۔ فکما یحرم التداوی بشیء من الآدمی الحی اکراما للحم، جس طرح زندہ انسان میں سے کوئی عضو لے کر اس سے دوا بنانا یا دوا کے لیے اسے استعمال کرنا غلط ہے۔ فکذلک لا یجوز التداوی بعظم المیت، اسی طرح مردہ کی ہڈی سے بھی دوا جائز نہیں ہوتی۔ اس کے بعد جب قرآن مجید، فرقان حمید کی طرف رجوع کیا گیا تو وہاں ایک صورت نظر آئی کہ حالتِ اضطرار میں حرام چیز سے علاج کو جائز قرار دیا گیا اور اللہ رب العزت نے فرمایا، انما حرم علیکم المیتۃ والدم ولحم الخنزیر، اللہ تعالیٰ نے مردہ، خون اور خنزیر کا گوشت حرام قرار دیا۔ وما اھل بہ لغیر اللہ، اور وہ سارے جانور جن کو ذبح کرتے وقت غیر اللہ کا نام لیا جائے۔ فمن اضطر غیر باغ ولا عاد، جو شخص مجبور ہو گیا، وہ تجاوز کرنے والا نہ ہو، حدود سے بڑھنے والا نہ ہو، فلا اثم علیہ، اُس پر گناہ نہیں۔ حدودِ شریعت کو دیکھتے ہوئے اِن حرام چیزوں میں سے، اگر حالتِ اضطرار میں وہ کچھ استعمال کرتا ہے اور اُس کا استعمال اُس کی ضرورت تک رہتا ہے تو فلا اثم علیہ، اُس پر کوئی گناہ نہیں۔ ان اللہ غفور الرحیم۔ اُس حرام کو حلال کر کے اللہ کریم نے اپنی رحمت اور شفقت کا جو اظہار فرمایا وہ اس جملے میں آ گیا۔

اسی طرح، قرآن کریم کے بعد احادیث کی طرف رجوع کرتے ہیں تو اس مضمون سے متعلق بہت ساری احادیث ملتی ہیں، ان میں سے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک تفصیلی روایت خلاصے کے طور پر ذکر کر رہا ہوں، آپ فرماتے ہیں، ان الناس اجتوینافعظمت بطوننا وانتھشت لحومنا لوگ مدینہ منورہ آئے، وہاں کی آب و ہوا

انھیں راس نہ آئی، بیمار ہو گئے۔ فامر هم النبی صلی الله علیه و سلم فاتوا راعی الصدقة، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ جہاں اونٹوں کے چرواہے رہتے ہیں وہاں جاؤ۔ فیشربو من البانها وابوالها، وہاں جا کر اونٹوں کا دودھ بھی پینا ہے اور پیشاب بھی پینا ہے۔ اس بیماری کی دوا ذکر کی۔ مدینہ منورہ کے اطبا سے جو علاج ممکن نہ ہو سکا تو اس کے آخری حل کے لیے بھیجا کہ جنگل میں جو چرواہے اونٹ چرا رہے ہیں وہاں جاؤ اور دوا کے طور پر اونٹوں کا دودھ اور بول، پیشاب دونوں چیزیں پینی ہیں۔ فاتوا براعه، وہ لوگ وہاں گئے، فشربوا من البانها وابوالها حتی صحت جسومهم، وہاں جا کر دودھ اور پیشاب پینے سے ان کے جسم ٹھیک ہو گئے۔

ان احادیث کا خلاصہ علما، مفسرین، شارحین حدیث نے جو ذکر کیا ہے، اُس میں فتاوی ہندیہ میں مختلف اقوال ذکر کیے جن کا خلاصہ یہ ہے کہ یجوز للعلیل شرب الدم والبول، بیمار کے لیے خون اور پیشاب کا پینا جائز ہے۔ واکل المیتة، اور کسی مردار کا کھانا۔ للتداوی، دوا کے لیے۔ اذا اخبرهم طبیب المسلم ان شفائکم فیه، جب کوئی مسلمان طبیب، ڈاکٹر اسے کہہ دے کہ تمہاری شفا اس میں ہے، اس کے علاوہ تمہارا کوئی اور علاج نہیں، تب اس کے لیے وہ حرام جائز ہو گا۔ ولم یجد من المباح ما یکون مقامه، اور اس کے علاوہ اس کا کوئی متبادل (alternate) اس کے پاس نہ ہو۔ وان قال الطبیب یتعجل شفائك وجهان، اور اگر صرف یہ نظریہ ہے کہ فلاں علاج سے دیر سے ملے گی، اس کے مقابلے میں اس سے، جلدی شفا مل جائے گی، تو پھر جواز کی صورت نہیں۔ اس بات کو تفصیل سے صاحب ہدایہ نے کچھ یوں ذکر کیا ہے: ولا یجوز بیع شعر الخنزیر لانه نجس العین، خنزیر نجس العین ہے لہٰذا اس کے بال استعمال کرنا جائز نہیں۔ فلا یجوز بیعه، لہٰذا اس کی خرید و فروخت بھی جائز نہیں ہو گی۔ اهانة له، اس کی توہین کرتے ہوئے۔ و یجوز انتفاع به للخرز للضرورة، اگر ضرورت پڑ گئی تو سلائی کے لیے اُن بالوں کا استعمال جائز

ہے، جوتا یا کپڑا سینا ہے، کوئی اور دھاگہ نہیں مل رہا اور خنزیر کے بالوں کا بنا ہوا دھاگہ ہے، ستر کے لیے ان کو سیا جاتا ہے تو پھر استعمال کیا جا سکتا ہے۔ فان ذلك العمل لا يتعن بدونه کہ یہ کام اس کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ ويوجد مباح الاصل، اور کوئی مباح الاصل چیز پائی جاتی ہے تو پھر ایسا نہیں ہوگا۔ ولو وقع في ماء القليل افسد اور اگر یہ بال یا وہ کپڑا کسی تھوڑے پانی میں گر گیا تو وہ پانی فاسد ہو جائے گا۔ یہاں اس متن (text) کا ایک نکتہ یاد رکھیے گا کہ خنزیر نجس العین ہے اور اس نجس العین کو بھی انتہائی ضرورت کے وقت شریعت نے جائز قرار دیا۔ پہلے، خون اور بول (پیشاب) کی مثالیں بھی ہم پڑھ چکے۔ میں نے اس میں بہت ساری اور چیزیں بھی ذکر کی ہیں، انہیں وقت کی قلت کے باعث چھوڑتا ہوں۔

آخر میں خلاصہ یہ نکلا کہ انتہائی علاج کرتے کرتے اگر صورت یہاں تک پہنچی کہ مریض ٹھیک نہیں ہو رہا اور کسی حرام چیز میں اس کا علاج نظر آ رہا ہے تو اُس حرام کا استعمال اس کے لیے حلال ہو جائے گا۔ اب، دوسری صورت، یہاں کچھ وہ چیزیں تھیں ان امثلہ کے اندر جن میں جان یا حس نہیں ہوتی، وہ وہاں سے حاصل کر کے استعمال کیا جا رہا ہے، حرام ہیں۔ جو چیز دوا یا علاج کے لیے حاصل کی جا رہی ہے اس کا کسی دوسری ذی روح چیز سے تعلق نہیں ہے، یہاں مثالیں ان چیزوں کی تھیں۔ آگے، ایک زندہ انسان کو بچانے کے لیے ہم کس حد تک جا سکتے ہیں، انسان کی عظمت کا بھی ذکر کر دیا۔ فقہائے کرام اس پر گفتگو کرتے ہوئے یہ خلاصہ ذکر کرتے ہیں۔ ایک مثال دی، امراة ماتت وفي بطنها ولد، کوئی خاتون مر چکی ہے اور اُس کے پیٹ کے اندر بچہ زندہ ہے۔ اب، وہ احادیث سامنے ہیں کہ مردہ کو تکلیف دینا، اس کا جسم کاٹنا، ہڈی توڑنا، اُس طرح سے ہی ہے جیسے زندہ کو تکلیف دینا، تو اب اس بچے کو بچانے کے لیے اس خاتون کے ساتھ کیا کیا جائے؟ يشق من الجانب الايسر، اس کا پیٹ بائیں طرف سے چیرا جائے گا اور اس میں سے بچے کو نکال لیا جائے گا۔ یعنی اس فتوے کے مطابق، زندہ کو بچانے کے لیے مردہ کو اتنی اذیت دینا جائز ہوا۔

اب میں اپنے اصل موضوع کی طرف آتا ہوں، زندہ انسان اپنا عضو دے رہا ہے، یا مر گیا ہے تو اس میں سے کوئی عضو نکالا جاتا ہے یا مرنے والا ہے تو وہ وصیت کر رہا ہے کہ میرے اعضاء اگر کسی کی ضرورت میں استعمال ہو سکتے ہیں تو کیے جائیں۔ اس مختلف موضوعات کے تحت تین احادیث میں نے یہاں ذکر کی ہیں۔ انہیں پڑھنے کے بعد پھر خلاصے کی طرف جاتے ہیں۔ امام مسلم نے اس حدیث کو روایت کیا ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم. قال اسرف علی نفسہ، آپ ﷺ نے پہلی امتوں میں سے کسی شخص کا واقعہ صحابہ کے سامنے ذکر کیا، فرمایا، کسی شخص نے اپنے اوپر بڑا اسراف کیا ہوا تھا، بڑے گناہ کیے ہوئے تھے۔ فلما حضرہ الموت، جب اس کی موت کا وقت قریب آیا۔ اوصیٰ بنی فقال اذا مت فاحرقونی، جب میں مر جاؤں تو میرے جسم کو جلا دینا۔ ثم اسحقونی ثم ذروني في الريح في البحر، پھر میری اس راکھ کو ہوا میں اڑا دینا۔ ان بیٹوں نے ایسا کیا، حدیث پاک میں آگے تفصیل ہے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں، اللہ کے ہاں جب اس شخص کا حشر ہوا تو اللہ کریم نے اس سے سوال کیا، ما حملك على ما صنعت، تجھے کس چیز نے اس کام پر ابھارا تھا؟ وہ شخص کہتا ہے، خشیتك یارب، او قال مخافتك یارب، یا اللہ تیرے خوف نے مجھے ایسا کرنے دیا۔ خوف اس پر تھا کہ میں بہت گناہ کرتا رہا، اب میرا مواخذہ ہوگا، عذاب ہوگا، جب میرا جسم ہی نہ رہے گا تو عذاب نہ ہوگا، تو اس خوف نے مجھے ایسا کرنے پر ابھارا۔ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں، اللہ کریم نے اس کا یہ نظریہ سننے کے بعد، فغفر له بذلك، اس وجہ سے اس کی بخشش کر دی گئی۔ دوسری حدیث پاک، اس میں صرف وہ جملہ ذکر کرتا ہوں جو ہمارے موضوع سے متعلق ہے۔ ایک صحابی ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے، وہاں کی آب و ہوا انہیں راس نہ آئی اور اتنے مریض ہو گئے کہ تکلیف برداشت نہ کر سکے۔ فاخذ مشاقص لها، ایک تیر لیا۔ فقطع بها براجم اور اپنے ہاتھ کی رگیں کاٹ لیں، خون

چھنے سے وہ مر گئے۔ جنازہ ہو گیا، تدفین ہو گئی۔ سب کچھ ہو گیا، کافی عرصہ بعد، پتہ نہیں کتنا وقت گزرا، صحابی رسول حضرت طفیل بن عمروؓ نے اس صحابی کو خواب میں دیکھا، بڑی اچھی حالت میں انہیں دیکھا۔ انہوں نے اپنا جو ہاتھ کاٹا تھا، اسے کپڑے میں لپیٹا ہوا تھا۔ پوچھا، ایسا کیوں ہوا؟ اللہ کریم نے تیرے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ وہ صحابی جواب دیتے ہیں، غفر لی ربی بھجرتہ الی نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم، ہجرت کے باعث اللہ کریم نے میری مغفرت فرمادی۔ فقال لہ، ان ہاتھوں کو کیا ہوا؟ ان کو لپیٹا ہوا، چھپایا ہوا کیوں ہے؟ تو وہ جواب دیتے ہیں، جو جسم تُو نے خود خراب کیا ہے اسے ہم درست نہیں کریں گے۔ حضرت طفیلؓ نے یہ خواب آ کر نبی ﷺ کی خدمت میں ذکر کیا، خواب سننے کے بعد نبی ﷺ نے فرمایا، اللھم ولیدیہ فاغفر، یا اللہ، اس کے ہاتھوں کو بھی معاف فرمادے۔

گفتگو کا خلاصہ یہ ہوا، کہ عطیہ دینے والا اس نہج پر پہنچ آیا کہ میں عطیہ دے رہا ہوں۔ اس کی نیت احیائے انسانیت ہے، لیکن یہ نصوص ہمیں سوچنے پر مجبور کرتی ہیں کہ احیائے انسانیت کیا یہ عمل کرنے کا جواز بنتی ہیں؟ اگر اس طرف جائیں تو وہ چیزیں جنہیں اس کے جسم سے نکالنے سے ظاہری تشخص میں فرق نہیں پڑتا، جیسے خون اور دودھ، اسی طرح اگر کچھ خلیات نکال کر دوسرے کے عضو میں پیوندکاری (transplantation) کی جاتی ہے اور اس سے وہ جانبر ہو سکتا ہے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ لیکن اگر اس کے ظاہری تشخص میں تغیر وتبدل آتا ہے، تو وہ اپنی زندگی کو سامنے رکھے کہ مولا کریم کے سامنے میں کیسے پیش ہوں گا۔

والحمد للہ علی ذٰلک۔

☆☆☆

عطیہء اعضاء مجتہدین کے اقوال کی روشنی میں

مولانا سید باقر عباس زیدی صاحب
(مدرس/پرنسپل مدرسہ مہدی/جامعہ امامیہ)

الحمد للہ رب العالمین، والصلوٰۃ والسلام علی اشرف الانبیاء والمرسلین وعلی
آلہ واصحابہ الی یوم الدین

قابل قدر علماء، جناب صدر اور حاضرین وسامعین!

پیوندکاری کا موضوع جو آج قرآن وسنت کی نگاہ سے موردِ گفتگو ہے، یہ آج کی جدید طب اور جراحت میں بہت اہمیت رکھتا ہے اور شاید پاکستان ابھی اس مقام پہ نہیں پہنچا جہاں اعضاء کی پیوندکاری اور عطیات ہونے چاہیے تھے، لیکن دوسرے ممالک میں، خصوصاً ہم عالمِ اسلام کی بات کریں تو اسلامی جمہوریہ ایران میں اس کا بہت اہتمام ہے اور وہاں مختلف اعضاء کے بینک موجود ہیں، لوگ اپنے اختیار سے، اہتمام کے ساتھ اعضاء کے

عطیات دیتے ہیں اور اس طرح سے یہ عمل دوسرے لوگوں کے لیے باعثِ حیات اور زندگی ہے۔

اس موضوع کے فقہی پہلو مختلف ہیں، میں ان پر بس ایک نظر ڈالوں گا، چونکہ ہمارے ہاں فقہ مکتبِ امامیہ میں اجتہاد اور مجتہد ہر دور میں ضروری ہے اور آج جو مجتہدِ اعظم اور امام اس راہ میں رہنمائی فرما رہے ہیں امام سید علی حسینی خامنہ ای ہیں، میں ان کے فتاویٰ آپ کے سامنے اس ضمن میں بیان کروں گا اور آپ کی زحمت تمام ہے۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ کیا اسلامی نقطۂ نگاہ سے کسی زندہ انسان کا کوئی عضو کاٹنا جائز ہے؟ اور اس کے دلائل کیا ہیں؟ حرمتِ اضرارِ نفس، حرمتِ ہتک و تذلیلِ مسلم، حرمتِ مثلہ، حرمتِ ظلم، حرمتِ تغییرِ خلقت، یہ موضوعات ہیں جو قرآن وسنت میں آئے ہیں اور یہ وہ دلائل ہیں جن کی بنیاد پر عضو کاٹنا حرام ہے۔

دوسرا مقام یہ ہے کہ اگر کوئی شخص دماغی موت کا شکار ہو جائے تو اس صورت میں اس کا عضو کاٹنا کیسا ہے؟

تیسرا مسئلہ جو اس باب میں ہے، وہ میت کے بدن سے عضو کاٹنا ہے۔ ہمارے پاس یہ دلائل ہیں جو ان تمام مراحل میں دلالت کرتے ہیں کہ یہ امور حرام ہیں۔ مسئلہ یہ ہے کہ آیا وہ شخص اگر خود اجازت دے یا اس کے اولیا اس کے مرنے کے بعد اجازت دیں تو یہ عمل جائز ہو جاتا ہے۔ ہم ان تمام سوالات کا جواب امام علی خامنہ ای کے فتوے کے طور پر پیش کریں گے۔

اگر اجازت لینی ہے تو زندگی میں وہ اجازت دے سکتا ہے، مرنے کے بعد اولیا۔ فرض کریں کہ عضو کاٹنے کی کوئی صورت حرام ہے اور دیت ہے، تو یہ اہم مسئلہ کیسے حل ہوگا؟ اگر بات دیت تک جاتی ہے تو اس دیت کا کیسے استعمال ہوگا، اس کا مصرف کیا ہے۔ اعضاء پر اگر معاوضہ دیا جائے، خرید و فروخت جسے فقہ کی اصطلاح میں بیع کہتے ہیں، یہ اگر ممکن نہ ہو تو کیا دوسرے فقہی عناوین کے تحت اسے دوسروں کو دیا جا سکتا ہے؟ یہ ایک مسئلہ ہے۔

اب ہم آپ کے سامنے امام خامنہ ای کے اس ذیل میں فتاویٰ آتے ہیں، انہیں بیان کریں گے۔

ان سے سوال کیا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص بیمار ہو جائے اور ڈاکٹر اس کے علاج سے مایوس ہو جائیں اور یہ کہیں کہ وہ قطعی طور پر مر جائے گا، ایسی صورت میں اس کے بدن کے بنیادی اور حیاتی قسم کے اعضاء جیسے دل، گردہ وغیرہ کو اس کی وفات سے پہلے نکال کر دوسرے انسان کے جسم میں لگایا جا سکتا ہے؟

جواب: اگر اس کے بدن سے اعضاء نکالنے سے اس کی موت واقع ہو تو یہ قتل کے حکم میں ہے اور اگر اعضاء نکالنے سے موت واقع نہ ہو، یعنی اس کا ایک مصداق خود مرنے کے بعد اس کے اعضاء نکالے جائیں اور اس شخص کی اجازت سے ہو یہ جائز ہے۔ یہ ایک جواب جو اُن کے استفسارات میں موجود ہے۔

ایک اور سوال اسی زمرے میں ان سے کیا گیا: مریض کی زندگی بچانے کے لیے گردوں کی پیوندکاری کی بہت اہمیت ہے لہٰذا ڈاکٹر گردوں کا بینک بنانے کی فکر میں ہیں اور اس کا معنی یہ ہے کہ بہت سے لوگ اختیاری طور پر اپنے گردے ہدیہ دیں یا فروخت کریں، تو آیا گردوں کا بخشنا یا فروخت کرنا یا اعضاء میں سے کوئی اور عضو اختیاراً بخشنا یا فروخت کرنا جائز ہے؟ اور ضرورت کے وقت اس کا کیا حکم ہے؟

جواب فرماتے ہیں کہ حالِ حیات میں کسی کا اپنا گردہ یا کوئی اور عضو فروخت کرنے یا بخشنے میں کوئی حرج نہیں ہے تاکہ دوسرے مریض استفادہ کریں اس شرط کے ساتھ کہ اس کام سے اسے کوئی قابلِ توجہ ضرر نہ پہنچ رہا ہو، بلکہ جب ایک نفسِ محترم کو بچانا اس پر متوقف ہو، لیکن خود اس شخص کو کوئی حرج یا ضرر نہ ہو، تو اعضاء دینا واجب بھی ہو جائے گا۔ یعنی اعضاء کا عطیہ کرنا بعض صورتوں میں لازمی قرار پاتا ہے۔

اسی طرح سے ان سے ایک اور سوال کیا گیا ہے کہ، میں وفات کے بعد اپنے جسم سے استفادہ

کرنا چاہتا ہوں اور اپنے اعضاء بخشنا چاہتا ہوں، جس کی اطلاع میں نے متعلقہ افراد کو دے دی ہے، انہوں نے کہا ہے کہ مذکورہ خواہش کو وصیت میں تحریر کر دوں اور ورثا کو بتا دوں۔ کیا ایسا کرنا میرے لیے صحیح ہے؟

جواب میں فرماتے ہیں کہ جسدِ میت سے اعضاء کسی دوسرے شخص کی جان بچانا یا مرض کے علاج کے لیے پیوندکاری کرنا جائز ہے اور وصیت کرنا بلا مانع ہے لیکن ایسے اعضاء مستثنیٰ ہیں جنہیں جدا کرنے سے مُثلہ کا عنوان صادق آتا ہو یا جس کے کاٹنے سے عرفاً میت کی حق حرمت صادق آتی ہو۔ اب اگر یہ نہیں ہے اور ڈونر یا دینے والا خوشی سے دے رہا ہے اور معاشرے میں بھی یہ عرفاً آج کل حق حرمت نہیں کہلاتی ہے بلکہ برعکس ہے، ایسا کرنے والا شخص آج کے معاشرے میں ایک مقام رکھتا ہے، یعنی اس نے دوسرے انسان کی جان بچانے کے لیے اپنا عضو اس پر ایثار کیا ہے لہٰذا اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ میں نے یہ پہلے بھی عرض کر دیا تھا کہ اس وقت وہاں ان تمام اعضاء کے بینک موجود ہیں اور جس شخص کو بھی اس کی ضرورت ہوتی ہے، اس کے لیے فوری موجود ہیں اور ہمیں امید ہے، انشاء اللہ پاکستان میں بھی اس طرح کے ادارے وجود میں آئیں گے اور اس طرح سے قیمتی انسانی جانوں کی حفاظت ہو سکے گی۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

***

عطیہ اعضاء کی حلّت و حرمت

علامہ صدیق ہزاروی

جامعہ ہجویریہ لاہور

صاحب صدارت مفتی اعظم پاکستان علامہ پروفیسر مفتی محمد منیب الرحمن صاحب دامت برکاتہم العالیہ
وزیرِ محفل حضرت علامہ ڈاکٹر نور احمد شاہتاز صاحب
اربابِ علم و دانش، علمائے کرام، مشائخ عظام، سامعین گرامی قدر،

میں سب سے پہلے ادارہ شیخ زاید اسلامک سینٹر کراچی کے اربابِ بست و کشاد اور سندھ انسٹی ٹیوٹ آف یورولوجی اینڈ ٹرانسپلانٹیشن کے احباب کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ آج انہوں نے بڑے اہم موضوع پر سیمینار کا اہتمام کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کو نتیجہ خیز بنائے۔ جس مسئلے پر گفتگو ہو رہی ہے یعنی اعضاء کی پیوند کاری، آج سے کوئی 20 سال پہلے 1995ء میں ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، اسلام آباد میں ایک ورکشاپ ہوئی تھی جس میں علمائے کرام، مفتیانِ عظام، وکلاء، ڈاکٹر حضرات، حکماء یہ تمام حضرات شریک ہوئے تھے۔ اس وقت بھی

دونوں قسم کے نظریات سامنے آئے تھے، اس کے جواز سے متعلق بھی اور عدمِ جواز سے متعلق بھی۔ چونکہ احکام دو قسم کے ہوتے ہیں، منصوص علیہ اور غیر منصوص علیہ۔ منصوص علیہ احکام میں تو ہمیں کوئی پریشانی یا problem نہیں ہوتی، وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام جن کی علت، جن کی وجہ جاننے کی ہمیں ضرورت نہیں ہوتی۔ صرف اجتہاد کے لیے ان کو جاننا ضروری ہوتا ہے، ورنہ اُن پر بلا چوں چرا عمل کیا جاتا ہے۔ لیکن جو غیر منصوص علیہ احکام ہیں، اجتہادی احکام ہیں تو ایک عرصۂ دراز سے اجتہاد کا سلسلہ، بلکہ خود سرکارِ دو عالم ﷺ کے دور سے یہ سلسلہ شروع ہے۔ جب مسائل میں اجتہاد ہوتا ہے تو کہیں اجماع کی صورت میں اتفاق ہوتا ہے، کہیں اتفاق نہیں ہوتا۔ لیکن دو باتوں کا جاننا ضروری ہوتا ہے، ایک تو یہ کہ اجتہاد کرنے والے حضرات اجتہادی صلاحیتوں سے بہرہ ور ہوں اور دوسری بات یہ ہے کہ للٰہیت، اخلاص اور نیک نیتی کا ہونا بھی ضروری ہے۔ اس لیے اس مسئلے پر بھی اگر اختلاف ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ دونوں طرف نیک نیتی ہے۔ جو حضرات اعضاء کی پیوند کاری کو جائز نہیں سمجھتے، وہ بھی بڑی نیک نیتی سے بہت سی باتوں کو سامنے رکھتے ہیں اور جن کو وہ شریعت کے خلاف سمجھتے ہیں۔ اور جو حضرات اس کے جواز کے قائل ہیں وہ بھی یقیناً خدمتِ خلق کا اور خیر الناس من ینفع الناس کا ایک اچھا جذبہ رکھتے ہیں، اس لیے ان کی نیت پر بھی کوئی شک نہیں کیا جا سکتا۔

اُس وقت جو کانفرنس ہوئی تھی، اس میں حضرت قبلہ مفتی منیب الرحمن صاحب کا ایک جملہ مجھے یاد ہے، انہوں نے یہ بات فرمائی تھی، ہمارا اس پر موقف ایک ہی تھا عدمِ جواز کا اور میرا اس پر ایک مقالہ بھی موجود ہے جو میں نے اس وقت پڑھا تھا۔ حضرت مفتی صاحب نے فرمایا تھا کہ ایک ایسا وقت بھی آ سکتا ہے کہ اس پر مزید غور و خوض کے بعد سوچ بدل بھی سکتی ہے کیونکہ اجتہادی مسائل ہیں اور وقت کے ساتھ ساتھ ان میں تبدیلی بھی ہو سکتی ہے۔ بہر حال، میں نے جو مقالہ لکھا تھا، اس میں ان چیزوں کو سامنے رکھا تھا کہ کیا کوئی شخص اپنے

اعضاء کا مالک ہے؟ کیا اسے اپنے اعضاء کی وصیت کا اختیار حاصل ہے؟ کیا کوئی شخص اس چیز کا عطیہ کرسکتا ہے جس کا مالک نہیں ہے؟ اس طرح کی چیزیں جو اس میں آڑے آتی تھیں کہ جب انسان اپنے اعضاء کا مالک نہیں ہے تو وہ کس طرح عطیہ دے سکتا ہے؟ وہ کس طرح وصیت کرسکتا ہے؟ تکریم آدمیت بھی اس میں آتی ہے، اس میں مثلے والا مسئلہ بھی آتا ہے، انسان کی شکل کے بگاڑ کا مسئلہ بھی آتا ہے۔ اس مقالے میں یہ تمام چیزیں قرآن وسنت سے اور فقہ اسلامی سے میں نے پیش کیں اور وہاں جو ہمارے دیگر احباب تھے انہوں نے پیش کی تھیں۔ اُس کے بعد میں نے مطالعہ کیا اور خاص طور پر، ابھی ہمارے صاحبزادہ ابوالخیر زبیر صاحب تشریف لائے ہیں، انہوں نے اس پر کتاب بھی لکھی، اس کے بعد میں نے مزید سوالات کے جوابات بھی لکھے، مطالعہ بھی کیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ چونکہ، حضرت صاحبزادہ صاحب نے دوسرا پہلو بھی لیا ہے، اس کے جواز کے پہلو کو لیا ہے، اس پر انہوں نے دلائل بھی دیے ہیں، ان دلائل کو غور وخوض سے دیکھا جاسکتا ہے، ان کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

اس وقت میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں، میری تو خوش قسمتی ہے کہ اتنی بڑی بڑی شخصیات کی موجودگی میں مجھے ڈاکٹر شاہناز صاحب نے دعوت دی اور بلایا، یہ انہوں نے اعزاز عطا فرمایا، یہاں انشاء اللہ بڑی قیمتی باتیں پیش ہوں گی۔ میں دو باتیں عرض کرنا چاہتا ہوں، ایک تو آج کے سیمینار پر مبارکباد پیش کی ہے، اس کا مقصد تو کچھ معلومات سامنے لانی ہے، اِدھر سے بھی، اُدھر سے بھی، جواز اور عدم جواز کے حوالے سے بھی مقالے ہوں گے۔ ڈاکٹر صاحب نے مجھ سے فرمایا تھا کہ تقریر کرنی ہے، اس پر میں نے مزید کوئی مقالہ نہیں لکھا، میرا پہلے والا مقالہ موجود ہے۔ ایک تو یہ ہے کہ اس سے پبلک کو اور اہل علم کو معلومات پہنچے گی اور وہ اس پر غور وخوض کرسکیں گے۔ دوسری بات یہ ہے کہ چونکہ یہ مسئلہ جواز اور عدم جواز کا ہے، جن حضرات نے جواز کا قول بھی کیا انہوں نے بڑی سخت پابندیاں لگائی ہیں اور ابھی آپ سن بھی چکے ہیں جو بیان ہوا اس پر امام شمس صاحب نے بھی، صاحبزادہ صاحب کی

کتاب میں بھی پڑھا اور حضرات نے بھی سخت پابندیوں کے ساتھ اجازت دی ہے، مطلقاً اجازت نہیں دی گئی ہے، کہ مارکیٹ کھل جائے، گردوں کی قیمت لی جائے، فروخت کیے جائیں یا دیگر اسی طرح جو اعضاء ہیں۔ پھر، ماہر ڈاکٹر اور ایسے ڈاکٹر جو اسلامی ذہن کے ڈاکٹر ہوں، جو قرآن و سنت کو تختۂ مشق بنانے کے بجائے اس کے احترام کے حوالے سے گفتگو کریں، وہ بتائیں کہ اس کا فائدہ ہو سکتا ہے یا نہیں ہو سکتا ہے۔ یہ ساری چیزیں موجود ہیں۔ اجازت ان قیود کے ساتھ دی گئی ہے۔ اس میں میری گزارش یہ ہے کہ چونکہ یہ جواز اور عدم جواز کا مسئلہ ہے، اس لیے اس پر ہمیں متوجہ ہونا چاہیے الحمدللہ تمام مکاتب فکر کے ہمارے جو علما اور مفتیانِ کرام ہیں ان کے سامنے یہ مسئلہ اس صورت میں رکھا جائے کہ وہ اس پر غور وخوض کر کے حتمی طور پر کسی نتیجے پر پہنچیں جواز، عدم جواز یا کچھ قیود کے ساتھ جواز، تا کہ علما کی طرف سے ایک آواز قوم کے سامنے آئے اور ایک کنفیوژن پیدا نہ ہو، کہ وہ جائز کہتے ہیں، وہ ناجائز کہتے ہیں، یقیناً انسانی مسائل میں یہ ہوتا ہے لیکن میری گزارش یہ ہے کہ حضرت مفتی منیب الرحمن یہاں تشریف فرما ہیں، میں ان سے گزارش کرنا چاہوں گا کہ وہ اپنی سربراہی میں علما کو اکٹھا کر کے اس کے حوالے سے مسئلے کو قوم کے سامنے ایسا واضح کریں اور ایسا فیصلہ جس سے ہم سب کو فائدہ ہو اور ذہن میں کسی قسم کا کوئی تردد نہ پیدا ہو۔ اللہ تعالیٰ اس توفیق عطا فرمائے۔

☆☆☆

مَنْ اَحْیَاھَا فَکَاَنَّمَا اَحْیَا النَّاسَ جَمِیْعًا

مولانا سید شہنشاہ نقوی
مدیر باب العلم دار التحقیق

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وبہ نستعین وھو خیر الناصر و معین وصلی اللہ علی سیدنا و مولینا ابی القاسم محمد و آلہ طیبین الطاھرین اصحابہ المجتمعین

سب سے پہلے اس اہم ترین موضوع پر سیمینار کا انعقاد لائق تعریف و تحسین ہے۔ سندھ انسٹی ٹیوٹ آف یورولوجی اینڈ ٹرانسپلانٹیشن اور شیخ زاید اسلامک سینٹر اور اس سے متعلق شخصیات خاص طور پر ڈاکٹر جناب ادیب الحسن رضوی صاحب، جو نہ صرف پاکستان میں بلکہ پوری دنیا میں ہماری عزت ہیں، ہمارا افتخار ہیں اور انسانیت کی خدمات میں اللہ نے انہیں نمایاں مقام عطا کیا ہے۔ اسٹیج پر علمائے کرام، مفتیانِ دین، تشریف فرما ہیں۔

یہ موضوع یقیناً ایک اجتہادی اور تحقیقاتی موضوع ہے جس پہ قیل و قال ہے، جس پہ

اقوال ہیں، جس پر نظریات ہیں اور علمائے کرام میں اختلاف اس کے اجتہادی ہونے ہی کی وجہ سے ہے۔ ایک حکمِ کلی من احیاھا فکانما احیا الناس جمیعا ہے اور جزوی موضوعات میں کہ کیسے دوسروں کو زندگی دی جائے؟ دوسروں کو کیسے بچایا جائے؟ انسان کو کیسے مزید جینے کا موقع دیا جائے؟ اس پہ یقیناً بحث ہے۔ میں اپنے اس مختصر سے بیان میں دو مقدمے اور اس کے ذیل میں ایک ذی مقدمہ پیش کروں گا۔

پہلا مقدمہ تو یہ ہے کہ حیات کے اسباب فراہم کرنا، زندگی کے مواقع فراہم کرنا، انسانیت کی خدمت ہے اور پسندیدہ عمل ہے۔ سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال ہوا، من کان خیر الناس؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا، من کان خیر الناس۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے اچھا انسان کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جو لوگوں کے لیے اچھا ہے۔ لہٰذا قرآن و سنت کی روشنی میں یہ طے ہے کہ کسی دوسرے کو جینے کا بہتر موقع دینا اور اس کو زندگی کے مواقع فراہم کرنا ایک پسندیدہ اور مطلوب عمل ہے۔ علمِ ادیان اور علمِ ابدان کی تقسیم کے مطابق ہمارا بدن دینی اصولوں کا پابند ہے۔ دینی اصول ہمارے بدن کی پابندی کے بارے میں جو رہنمائی کریں گے یقیناً وہی ہمارے بدن کو قابلِ قبول ہونا چاہیے۔

دوسرا مقدمہ یہ ہے کہ طے کیا جائے گا کہ موت کسے کہتے ہیں؟ کیا دماغ کا مرجانا موت ہے یا دل کا مرجانا موت ہے؟ طبِ قدیم میں دل کے مرجانے کو موت کہا گیا ہے اور طبِ جدید نے دماغ کے مرجانے کو اصلی موت قرار دیا ہے۔ اسی کے ضمن میں یہ بات آئے گی کہ روایاتِ ائمہ اہلِ بیت کی روشنی میں دماغی موت کو اصلی موت قرار دیا ہے۔ عبداللہ ابن سنان نے اپنے موثق میں، ربیع ابن عبداللہ نے اپنی صحیح میں اور ابن عمیر نے اپنی صحیح میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت نقل کی ہے کہ جب حضرت سے پوچھا گیا کہ ایک شکمِ مادر میں ایک متحرک بچہ ہے تو حضرت نے فرمایا کہ اسے باہر نکالو اور ماں کے شکم کو سی کر اسے دفنا دو، اس لیے کہ رونا اور متحرک ہونا دماغ کے زندہ ہونے کی علامت ہے۔ اگر بچہ رو رہا ہے

اور متحرک ہے تو دنیا میں آنے کے بعد میراث بھی پائے گا اور وہ میراث اس سے، کوئی اور بھی پائے گا۔ شرعی احکام اس بات پہ بار ہوں گے کہ یہ زندہ ہے یا نہیں اور زندہ ہونا اس بات پر موقوف ہے کہ اس کا دماغ کام کر رہا ہے یا نہیں کر رہا۔ لہٰذا موت کے تعین کے ذریعے سے ہم میراث کے مسائل اور عدت کی مدت کے مسائل کو طے کرتے ہیں۔ اور موت کو طے کرتا ہے دل کی موت سے یا دماغ کی موت سے۔ روایاتِ ائمہ اہل بیت سے ظاہر یہ ہے کہ دماغ کی موت اصلی موت ہے اور دل کی موت اصلی موت نہیں ہے۔ البتہ دل اگر پوری طرح سے مر جاتا ہے تو دماغ خود بخود ختم ہو جائے گا، لیکن اس کا برعکس لازم نہیں ہے۔

ان دو مقدمات کے بعد اہدائے اعضاء یا عطیۂ اعضاء کے حوالے سے چار صورتیں متصور ہیں: پہلی صورت یہ کہ عضو کی پیوند کاری ایسے عضو سے وابستہ ہو جس کا دینا اور لینا جان اور زندگی کا مسئلہ نہ ہو، مثلاً کسی کا پیر خراب ہے، اس کے عوض کوئی دوسرا اپنا پیر دے دے، مثلاً کسی کی انگلی کٹ گئی ہے اور کسی اور کی انگلی اسے لگا دی جائے یا اسی طرح کے وہ اعضاء جن سے زندگی کا تعلق نہیں ہے، بہتر زندگی کا تعلق ہو سکتا ہے۔ علمائے کرام اور مراجع عظام مکتب اہل بیت اس طرح کے اعضاء کے اہدا کی اجازت نہیں دیتے، بلکہ اسے حرام قرار دیتے ہیں۔

دوسری صورت ہے ایسے عضو کا عطیہ کرنا اور لینا جس سے جان اور زندگی کا تعلق ہو، جس کی موئی مثال شاید گردے اور جگر کا مسئلہ ہے۔ ایک شخص کے دونوں گردے فیل ہو گئے ہیں اور ایک شخص ایک گردے پر زندگی گزار سکتا ہے، تو وہ اپنا ایک گردہ اسے دے دے جس کے دونوں گردے فیل ہو چکے ہیں۔ اس طرح وہ بھی زندگی گزار سکتا ہے اور یہ بھی زندگی گزار سکتا ہے۔ اس حوالے سے چند اور ضمنی اور ذیلی شدہ شرائط کو تصور کرنے کے بعد علمائے کرام اسے نہ صرف جائز کہتے ہیں بلکہ بعض مراحل میں واجب قرار دیتے ہیں۔ یہاں ایک مسئلہ پیش آتا ہے اور وہ ہے مسئلہ تزاحم۔ ایک جانب جان بچانا واجب اور ایک جانب اپنے آپ کو

نقصان پہنچانا حرام۔ یہ جو اپنے آپ کو نقصان پہنچانا حرام ہے اور دوسرے کی جان بچانا واجب ہے اس میں مصلحت اور مفسدا کو موردِ گفتگو قرار دیا جائے گا۔ مصلحت کتنی ہے اور مفسدا کتنا ہے؟ مفسدا یہ ہے کہ ایک انسان اپنا عضو دیتا ہے تو بہر حال وہ ناقص ہوتا ہے، اس میں ایک کمی اور خرابی واقع ہوتی ہے، یہ مفسدا ہے۔ اور جس کو دے رہا ہے اس کی زندگی بحال ہو جاتی ہے، یہ مصلحت ہے۔ تو اس میں تولا جائے گا کہ اس میں کتنی مصلحت ہے اور کتنا مفسدا ہے۔ مثلاً ایک بہت ضعیف العمر انسان ہے، جس کی طبعی عمر اتنی ہو چکی ہے جس کے بعد وہ شاید ایک دو سال سے زیادہ زندگی نہ گزار سکے اور ایک بچہ ہے، جوان ہے، وہ اپنا ایک گردہ اسے دے دے جس کی زندگی تقریباً عرفی اعتبار سے مکمل ہونے کو ہے اور اس کو اب ایک زندگی گزارنی تھی۔ تو یہ خود طے کریں گے کہ مصلحت کتنی ہے اور مفسدا کتنا ہے؟ البتہ جب یہ طے ہو جائے اور مصلحت غالب آ جائے تو خاص طور پر گردوں اور جگر کی پیوند کاری میں، خاص طور پر گردوں کی پیوند کاری میں علمائے کرام فرماتے ہیں کہ یہ لینا نہ صرف جائز بلکہ واجب ہے۔

تیسری صورت وہ ہے کہ جب دل زندہ ہو اور دماغ مر چکا ہو، تو دل، پھیپھڑے، جگر اور اس طرح کی اور چیزوں کو کسی اور مریض کے حوالے کر کے اس کو زندگی دی جائے۔ ایسے میں لینے والا بچ جائے گا مگر دینے والا مر جائے گا، اس میں وصیت کو موردِ گفتگو قرار دیا جائے گا کہ اس نے اگر وصیت کی ہے، تو یہ چیز جائز ہے اور اگر وصیت نہیں کی ہے تو یہ کام نہیں کیا جا سکتا۔ اگر وصیت بھی کی ہے تو پھر دوسری شق بنے گی کہ وارثوں سے دیت کے بارے میں طے کیا جائے گا اور وارث ایک بٹا تین (ثلث) میں اختیار رکھتے ہیں کہ وہ اجازت دیں یا نہ دیں یا اس کے عوض دیت لے لیں یا بغیر عوض کے اسے قبول کر لیں۔ جیسا کہ ایک مفتی صاحب جو سکھر سے تشریف فرما ہیں، بزرگ عالمِ دین ہیں، انہوں نے اور ان سے قبل بھی محترم نے مسئلہ کی بحث کو بھی اشارتاً بیان فرمایا۔ انسان کے بدن کا بڑا احترام ہے، پروردگار

عالم حتیٰ کہ حج کے موقع پر بال بھی توڑنے کی اجازت نہیں دیتا، ہمیں اپنے بدن کو تکلیف پہنچانے کی اجازت نہیں دیتا، مگر شدو شرائط کے تحت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے مصلحت اگر بلند ہو اور زیادہ ہو تو پھر ہم اپنے بدن کو تکلیف پہنچا سکتے ہیں۔ اسی طرح ایک انسان جو مسلمان ہے اس کے بدن میں جب نقص یا خرابی آئے گی تو مثلہ کی ایک بحث آتی ہے جس کے بارے میں قاعدہ اور قانون یہ ہے کہ اگر انتقام، اذیت، آزار، ذلیل و رسوا اور بے وقعت کرنے کے لیے ایسا کیا جا رہا ہو، تو مثلہ کہلائے گا ورنہ مثلہ کے مصداق سے بھی خارج رہے گا۔

خلاصہ بحث یہ کہ انسان جتنا اپنی زندگی میں ان حدود کے اندر رہے جنہیں اللہ نے طے کیا ہے، مثلاً وہ طویل مسافت طے کر کے کسی کی زندگی کی خدمت کرتا ہے، وہ غریق کو نجات دینے کے لیے، اسے بچانے کے لیے خود بھی دریا یا سمندر میں کود جاتا ہے، اسی طرح دوسرے کی زندگی کو طویل کرنے کے لیے اپنے آپ کو پیش کر دینا، یہ اس سیمینار کے موضوع کا حصہ ہے۔ اعضاء کے عطیے کے حوالے سے سب سے زیادہ واضح اور روشن موضوع گردوں کی پیوندکاری کا ہے، چونکہ ایک شخص ایک گردے پر زندگی گزار سکتا ہے، دوسرے شخص کے چونکہ دونوں گردے خراب ہو چکے ہیں، اسے اگر ایک گردہ مل جائے تو وہ بھی زندگی گزار سکتا ہے، اس طرح دو افراد اس معاشرے میں زندگی گزار سکتے ہیں۔ ان تمام شرائط کے تحت اگر گردوں کی پیوندکاری ہو تو نہ صرف جائز بلکہ واجب عمل قرار پایا ہے۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

☆☆☆

اعضاء کی پیوندکاری کا مشروط جواز

مفتی حماد الرحمن لدھیانوی
وائس پرنسپل، جامعہ ملیہ اسلامیہ، فیصل آباد

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

موضوع کے حوالے سے بہت سی باتیں حضرات نے گوش گزار کر دی ہیں، موضوع کے حوالے سے مزید کوئی بات کرنا ضروری سمجھتا ہوں نہ وقت کا تقاضا ہے، صرف چند گزارشات جن کا موضوع سے بالواسطہ تعلق ہے، کر کے اجازت چاہوں گا۔ سب سے پہلی بات یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں وانزلنا معھم الکتاب والمیزان لیقوم الناس بالقسط۔ برابری، انصاف اور عدل کا حکم دیا ہے۔ ہمارا خاص موضوع پیوندکاری ہے، جس میں عدم جواز کے قائل محتاط علمائے کرام کے نزدیک سب سے بڑی علت اور وجہ اعضائے انسانی کے کاروبار کو اور ضرورت کے مطابق امیر اور غریب کے فرق کو ختم کرنا مقصد ہے۔ پوری دنیا میں جہاں جہاں اعضاء کی پیوندکاری کی جاتی ہے وہاں عموی طور پر عرب ممالک میں یا دوسرے ہمسایہ ممالک کا تذکرہ کیا، قانون بہت زیادہ سخت ہے۔ قانون کی اس سختی کی

وجہ سے اس کی خرید و فروخت پر بہت زیادہ حد تک ایک چیک اینڈ بیلنس ہے، جبکہ ہمارے ممالک میں پاکستان، ہندوستان اور برصغیر کے ممالک میں قانون کی سختی کے باوجود لوگ، بعض لوگوں کی غربت سے، بعض دوسرے مصالح سے، فائدہ اٹھا کر اعضاء کو حاصل کر لیتے ہیں۔ محتاط علمائے کرام یا مفتیانِ عظام کی ساری توجہ اس بات پر ہے کہ ہم اسلامی طور پر اس کا فتویٰ دے دیں، اس کو جائز قرار دے دیں اور اس پر شرائط بھی لگا دیں کہ یہ یہ شرائط ہیں، کہ اس کے مطابق جائز ہے لیکن ان شرائط کا لحاظ رکھا جائے گا، لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ جب کسی بھی مسئلے میں عموم آ جاتا ہے، جواز اور سماحت کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے، تو پھر وہ شروط اور قیودات جو لگائی جاتی ہیں تو لوگ ان کا لحاظ اور اعتبار کرنا ختم کر دیتے ہیں۔ صرف ایک بات ان کو یاد رہ جاتی ہے کہ یہ جائز ہے، اس کی اجازت ہے، اس میں قیودات و شرائط کا لحاظ نہیں کیا جاتا۔ سماحت کا دروازہ کھل جانا اور اس کی وجہ سے بعد میں اس کا غلط استعمال روکنے کے لیے بہت سے محتاط علمائے کرام اس کے جواز کے قائل نہیں۔

جن حضرات نے اس کے جواز کا فتویٰ دیا بھی ہے، وہ آپ حضرات ابھی سن بھی چکے ہیں۔ شیخ زاید اسلامک سینٹر کی طرف سے فتاویٰ کی شکل میں آپ کے پاس بھی موجود ہیں، انہوں نے شرائط لگائی ہیں کہ یہ یہ شرائط ہوں تب جائز ہے۔ اور اس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ اگر یہ شرائط نہ پائی جائیں تو پھر اجازت نہیں ہے۔ اس بارے میں میرا ذاتی خیال یہ ہے کہ محتاط علمائے کرام، مفتیانِ عظام اور ماہر ڈاکٹر حضرات پر مشتمل ایک ادارہ ہونا چاہیے، یہ ادارہ مریض اور ڈاکٹر کے درمیان فیصلہ کرنے والا ہو۔ جیسے ڈاکٹر کے پاس کیس ہسٹری آتی ہے، وہ بورڈ بیٹھ کر فیصلہ کرتا ہے کہ اس کا علاج کیا ہے، اس میں پیوندکاری ہو سکتی ہے یا نہیں ہو سکتی یا دوسرے مختلف مواقع پر۔ اسی طرح وہ ادارہ مریض اور اس کی ضرورت کو دیکھے اور پھر ضرورت کے مطابق ڈاکٹر سے مشورہ کیا جائے، اس کی کیس ہسٹری دیکھی جائے، پھر جس کو وہ اجازت دے دیں کہ آپ کے لیے یہ انتہائی ضروری ہے، شرعی طور پر بھی جائز ہے، آپ

ضرورت مند ہیں اور اس دوران تمام کی تمام شرائط کا لحاظ بھی رکھا گیا ہے۔ پھر اس کو اجازت ہونی چاہیے، وہ ضرور (پیوند کاری) کروائے۔ جیسا کہ اسلامی بینکاری کے حوالے سے بہت سارے حضرات محتاط ہیں، اسلامی بینکاری یا غیر سودی بینکاری کو ابھی تک وہ جائز قرار نہیں دیتے یا اس حوالے سے ابھی وہ محتاط ہیں، لیکن جو حضرات بینکاری کے حق میں ہیں (ان کی رائے پر) بھی اس کے درمیان چیک اینڈ بیلنس کے لیے شریعہ بورڈ کے نام سے ایک ادارہ بنایا گیا ہے، تاکہ بینکاری کے تمام نظام کو دیکھا جائے، اس میں پیش آمدہ نئی چیزوں کو دیکھا جائے، اسلامی اصولوں کے مطابق اس کو اجازت دی جائے اور جو (مطابق) نہ ہو اس سے منع کیا جائے۔ اسی طرز کا ایک ادارہ، میں ڈاکٹر شاہناز صاحب سے اور تمام بڑے حضرات سے گزارش کروں گا کہ وہ ادارہ تشکیل دیا جائے جو علمائے کرام پر مشتمل ہو، شریعہ میڈیکل بورڈ کے نام سے ہو جائے یا شریعہ یورولوجی اینڈ ٹرانسپلانٹ کے عنوان سے ہو جائے یا اس کا جو بھی عنوان ہو۔ وہ ادارہ اتنا بااختیار ہو کہ جب وہ کہہ دے کہ اس مریض یا اس آدمی کو پیوند کاری کی اجازت نہیں ہے تو پاکستان میں کوئی بھی آدمی/ ڈاکٹر اس کی پیوند کاری نہ کرے، اس لیے کہ نظر یہ آ رہا ہو کہ اس کے لیے پیوند کاری اتنی ضروری نہیں، اس کی جان نہیں جا رہی یا اور بہت سی وجوہات کی بنا پر۔ اگر ایسا ادارہ تشکیل پا جائے تو اس میں بہت ساری باتیں، معاملات اور چیزیں جاننے سے حل ہو سکتے ہیں۔ جواز والے حضرات بھی اپنی رائے پیش کریں گے، عدم جواز والے حضرات بھی اپنی رائے پیش کریں گے، شرائط باقاعدہ قانونی شکل اختیار کر جائیں گی اور ہر ایک مریض کا فیصلہ اس کی کیس ہسٹری کے مطابق کیا جا سکے گا۔

آخری بات، اس کی وجہ بھی یہ ہے کہ جو آدمی دنیا سے جا رہا ہو یا اس کو یہ محسوس ہو جائے کہ اگر میں نے اپنے جسم میں یہ عضو نہ لگایا تو میں دنیا سے چلا جاؤں گا۔ اب اس کے سامنے آپ شرعی دلائل رکھیں کہ بھئی یہ جائز نہیں ہے، تو وہ نہیں مانے گا۔ اس کے سامنے دنیا کی کوئی بھی چیز رکھیں، اس کے نزدیک اس وقت سب سے اہم اپنی جان اور اپنی زندگی ہے۔ وہ

اس پر لاکھوں روپے خرچ کرنے کو تیار ہے اور یہی وہ main point ہے جہاں آ کر بہت سارے حضرات خاموش ہو جاتے ہیں، جبکہ ہمیں اس مریض کا اکرام کرتے ہوئے اس کو اجازت بھی دینی چاہیے اور غیر ضروری لوگوں کو اس چیز سے روکنا بھی چاہیے، اس کے لیے سوائے ایک ادارے کے یا درمیان میں ایک حاذق طبیب کے، میرے خیال میں بہتر گنجائش نہیں ہوگی۔

اس لیے میں اپنے وقت کو مختصر کرتے ہوئے، بہت ساری باتیں چھوڑتے ہوئے صرف اس بات کو آگے بڑھاتا ہوں اور ایک فقہی سیمینار جو دہلی میں ہوا تھا جس میں آخری اتفاق ہوا تھا، وہ ''جدید فقہی مسائل'' میں چھپا ہوا موجود ہے، اس کی قرارداد آپ کے سامنے رکھ دیتا ہوں۔

1۔ ''کہ اگر کوئی مریض ایسی حالت کو پہنچ جائے، اس کا عضو اس طرح بے کار ہو کر رہ گیا کہ اگر اس عضو کی جگہ کسی دوسرے انسان کے عضو کی اس کے جسم میں پیوند کاری نہ کی جائے تو قوی خطرہ ہے کہ اس کی جان چلی جائے گی اور سوائے انسانی عضو کے، کوئی دوسرا متبادل اس کی کمی کو پورا نہیں کرسکتا، ماہر قابل اطبا کو یقین ہے کہ سوائے عضوِ انسانی کی پیوند کاری کے، کوئی راستہ اس کی جان بچانے کا نہیں ہے اور عضوِ انسانی کی پیوند کاری کی صورت میں ماہر اطبا کو ظنِ غالب ہے کہ اس کی جان بچ جائے گی اور متبادل عضوِ انسانی اس مریض کے لیے فراہم ہے تو ایسی ضرورت اور مجبوری اور بے بسی کے عالم میں عضوِ انسانی کی پیوند کاری کرا کے اپنی جان بچانے کی تدبیر کرنا مریض کے لیے مباح ہے۔

2۔ ''اگر تندرست شخص ماہر اطبا کی روشنی میں اس نتیجے پر پہنچتا ہے اگر اس کے دو گردوں میں سے ایک نکال دیا جائے تو بظاہر اس کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا اور اپنے رشتہ دار مریض کو اس حال میں دیکھتا ہے اس کا خراب گردہ اگر بدلا نہیں گیا تو بظاہر حال اس کی موت یقینی ہے اور اس کا کوئی متبادل موجود نہیں ہے تو ایسی حالت میں اس کے لیے جائز ہوگا کہ وہ

بلا قیمت اپنا ایک گردہ اس مریض کو دے کر اس کی جان بچا لے۔

3۔ ''اگر کسی شخص نے یہ ہدایت کی کہ اس کے مرنے کے بعد اس کے اعضاء پیوند کاری کے لیے استعمال کیے جائیں، جسے عرف عام میں وصیت کہا جاتا ہے، تو از روئے شرع اس کو اصطلاحی طور پر وصیت نہیں کہا جاتا، ایسی وصیت اور خواہش شرعاً قابل اعتبار نہیں''۔

وما علینا الا البلاغ المبین

اعضاء کی پیوندکاری کا جواز

مولانا مفتی ثاقب الدین
جامعہ اسلامیہ طیبہ شکار پور کالونی، کراچی

سب سے پہلے تو میں شیخ زاید اسلامک یونیورسٹی کی مینجمنٹ اور خصوصاً ہمارے ڈاکٹر احمد شاہناز صاحب کا میں شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے مختلف مکاتبِ فکر کے بیچ میں، بڑی محنت سے یہاں یہ سلسلہ رکھا ہے۔ یہ اتفاق کا بہترین، بڑا مبارک سلسلہ ہے، بلکہ بڑی مضبوط اینٹ بھی ہے۔ ساتھ ساتھ جو مہمان حضرات یہاں آئے ہیں، ان کا بھی میں شکریہ ادا کرتا ہوں۔ باقی موضوع آپ حضرات کے سامنے ہے "اعضاء کی پیوندکاری"۔ اس کے بڑے part دو ہیں، ایک شریعت کے حصے ہیں، دوسرا حصہ تجربہ کار اطبا/ ڈاکٹر حضرات کا بھی ہے۔ دوسرے حصے کے حوالے سے گفتگو ہمارے ماہرین حضرات فرمائیں گے۔ میری مختصر گفتگو کا تعلق شریعت کے حصے کے ساتھ ہے۔

اعضاء کی پیوندکاری کی تین بڑی صورتیں ہیں: پہلی صورت نباتات، جمادات کے حوالے سے ہے، جس طرح مشہور ہے۔ دوسری صورت حیوان غیر ذی عقل جیسے بکری یا کوئی جانور لے کر اس کا کوئی عضو کاٹ کر انسان میں جوڑ دیا جائے۔ یہ دو صورتیں ایسی ہیں یعنی نباتات والی صورت اور حیوانِ غیر ذی عقل والی صورت، کہ اس میں ہماری تحقیق اور نظر کے متعلق اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے، جیسے دانتوں کا مسئلہ بھی مشہور ہے، پلاسٹک سرجری بھی مشہور ہے، اس طرح دوسرے حیوانات غیر ذی عقل وغیرہ کا لگانا بھی مشہور ہے۔ ان دو بڑی صورتوں میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں۔ باقی تیسری صورت، ایک انسان کا عضو۔ پھر اس کی بھی ہماری تحقیق کے متعلق تین بڑی صورتیں بنتی ہیں: پہلی صورت تو یہ ہے کہ انسان کا عضو اسی انسان میں لگا دیا جائے، یہ صورت دنیا میں کافی عرصے سے مشہور چلی آ رہی ہے، ہماری تحقیق کے متعلق اس میں جواز ہے، شرط یہ ہے کہ جب تک جان جانے کا یقینی خطرہ نہ ہو۔ جیسے ایک انسان کا عضو اسی سے کاٹ کر اسی کے کسی دوسری جگہ لگا دیا جائے تو یہ ہمارے ہاں جائز ہے، بشرطیکہ اس کی جان کا کوئی یقینی خطرہ نہ ہو۔ دوسری صورت انسان کے حوالے سے یہ ہے کہ کسی مردہ انسان کا کوئی عضو کاٹ کر زندہ انسان کی جان بچانے کے لیے لگا دیا جائے تو یہ بھی ہماری تحقیق کے متعلق جائز ہے، لیکن اس کی کچھ شرائط ہیں، ان تمام شرائط کی تفصیل detail ہمارے عرب علما وغیرہ کے مجلات میں خصوصاً ''مجلۃ البحوث العلمیہ اسلامیہ'' جو تقریباً 36 سال سے یہ مجلہ اور اس کے مباحث عالم میں مشہور ہیں۔ تو کچھ شرائط کی بنا پہ مردے کا کوئی عضو اس کی اجازت سے یا اس کی جائز وصیت سے یا اس کے ورثا کی اجازت سے اضطرار کی حالت میں کسی قیمتی جان کو بچانے کی خاطر لگانا جائز ہے، لیکن شرائط کے ساتھ۔ تیسری صورت جو انسانی دائرے کی ہے، وہ یہ ہے کہ کسی زندہ انسان کا عضو کسی دوسرے زندہ انسان کی جان بچانے کے لیے (لگایا جائے) یہ جائز ہے یا نہیں۔ یہ بھی ایسی صورت ہے جس میں اہل علم میں اختلاف ہے۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ یہ ناجائز ہے،

مثلہ ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے۔ اس طرح کسر المیت ککسر الحی جو حدیث میں ممانعت آئی ہے، اس کی وجہ سے ناجائز ہے۔ اس طرح ما قطع من البھیمۃ وھی حیۃ فھو میتۃ۔ اس حوالے سے بھی ان حضرات نے عدمِ جواز کا کہا ہے۔ اب ان کے عدمِ جواز کو بھی غلط کہنا یہ بات بھی آدابِ اختلاف سے ہٹ کے ہے۔ تو اُن کا بھی اپنی جگہ پہ اختلاف ہے، دلائل بھی ہیں، آپ کو ان کے دلائل وغیرہ کی قدر دانی کرنی چاہیے۔ باقی جو دوسرا فریق ہے کہ ایک زندہ انسان اپنی مرضی سے اپنا ایسا عضو جو جڑا ہوا ہو، جیسے گردہ ہے یا گردے کی طرح اور اعضاء ہیں، وہ اپنی مرضی کے مطابق بشرطیکہ اس کی جان کا کوئی یقینی خطرہ نہ ہو، تو آگے کسی قیمتی جان کو بچانے کی خاطر عضو کاٹ کر دیا جا سکتا ہے۔ یہ بھی شرائط کے ساتھ ہے۔

اس حوالے سے یہ مختصر گفتگو آپ حضرات کے سامنے آگئی ہے، باقی تفصیل سے انشاء اللہ کسی دوسری مجلس میں بات ہو سکے گی۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆

عطیۂ اعضاء پر اسلامی نظریاتی کونسل کا موقف

ڈاکٹر حافظ اکرام الحق
سیکرٹری اسلامی نظریاتی کونسل

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

عزت مآب حضرات، علمائے کرام اور محققین عظام!

اس موقع پر جہاں میرے اساتذہ کرام اور ملک کے نامور محققین تشریف فرما ہیں اور ان کے خطابات ہو رہے ہیں، میرا یہاں آکر گفتگو کرنا، جچتا نہیں ہے۔ لیکن چونکہ دعوت بھی دی گئی اور حکم بھی دیا گیا، اس حوالے سے میں اپنا سبق اساتذہ کرام کو سنانے کی غرض سے چند باتیں انشاء اللہ عرض کروں گا اور وہ باتیں دو طرح کی ہیں، ایک تو میری طرف سے ایک چھوٹا سا مقدمہ ہے جس کے اندر کچھ آیات، کچھ احادیث طیبہ اور کچھ عمومیات ہیں جو

سوال کی صورت میں ہیں میں حضرات محققین کے سامنے کچھ آیات اور کچھ عمومیات رکھتا ہوں اس پر محققین کرام اپنا غور وفکر فرمائیں کہ کیا ہم ان عمومیات سے آج کے مسئلے کا کچھ حل نکال سکتے ہیں یا نہیں۔ ان میں سے کچھ آیات ایسی ہیں جن کی یہاں تلاوت بھی ہوئی جن سے استدلال بھی ہوا، ان ہی پر مزید غور بھی کیا جا سکتا ہے۔ میں غور کر کے نہیں سناؤں گا بلکہ ان آیات کی طرف صرف اشارہ کروں گا اور اس کے بعد صرف اور صرف اسلامی نظریاتی کونسل کی کچھ سفارشات آپ حضرات کے سامنے پڑھ کر سناؤں گا کیونکہ یہاں ادارہ بنانے کی بھی بات ہوئی، علما کے جمع ہونے کی بھی بات ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ملکِ عزیز میں ایک ایسا قومی ادارہ موجود ہے جس کی تشکیل کے اندر آئینی ذمہ داری یہ ہے، صدر مملکت کے لیے لکھا گیا ہے کہ وہ جب اس کے ممبران کو مقرر فرما رہے ہوں تو ملک کے تمام مشہور مکاتب فکر کی نمائندگی کا اس کے اندر خیال رکھیں۔ تو الحمد للہ اسلامی نظریاتی کونسل کے 20 ارکان میں تمام مشہور مکاتب فکر کے حضرات کی نمائندگی موجود ہوتی ہے اور وہ تمام فیصلے یا تو بالاتفاق کرتے ہیں یا کثرتِ رائے کے ساتھ کرتے ہیں اور اس وقت اور بھی یہ بات میرے لیے زیادہ اعزاز کی ہے کہ ہمارے چیئرمین محترم حضرت مولانا محمد خان شیرانی صاحب تشریف لائے ہیں تو ان کے سامنے یہ باتیں انشاء اللہ آ جائیں گی اور یہاں پہ کونسل کے بہت سے سابق ممبران حضرات تشریف فرما ہیں، بہت سے موجودہ ممبران حضرات تشریف فرما ہیں، تو اُن کے فیصلوں سے انشاء اللہ اس فیصلے میں اتفاق کی صورت پیدا ہو سکے گی۔

پہلی آیت کریمہ جو میرے سامنے ہے وہ سورہ مائدہ کی آیت نمبر 32 ہے: من اجل ذلك كتبنا على بني اسرائيل ... اور اس میں اس سے استدلال تمام حضرات نے کیا ہے ومن احياها فكانما احيا الناس جميعا، اس کے عموم کو دیکھتے ہوئے اس پر مزید غور وفکر کرنے کی گنجائش نکل سکتی ہے اور اس پہ مزید غور کیا جا سکتا ہے۔

اسی طریقے سے دوسرا مسئلہ یہ پیش آتا ہے کہ کیا کسی عضو کا انسان کے جسم سے الگ کرنا جائز بنتا ہے یا نہیں بنتا، اس کی کوئی صورت شریعت میں ہے یا نہیں؟ تو جو آیت کریمہ میرے سامنے ہے وہ سورہ مائدہ کی آیت نمبر 33 ہے۔ اگرچہ وہ مثبت انداز میں، اعضاء کے الگ کرنے کے بارے میں نہیں ہے لیکن مفہوم مخالف کے طور پر دیکھا جا سکتا ہے کہ قرآن کریم نے اعضاء کو الگ کرنے کا ایک آپشن رکھا ہے اور وہ ہے والسارق و السارقۃ فاقطعوا ایدیھما جزاء بما کسب نکالا من اللہ۔ کیا اس کو اس سلسلے میں عموم کے طور پر استعمال کیا جا سکتا ہے یا نہیں کیا جا سکتا؟

اسی طریقے سے انما جزاء الذین یحاربون اللہ و رسولہ و یسعون فی الارض فسادا ان یقتلوا او یصلبوا او تقطع ایدیھما و ارجلھم، ان الفاظ کو ہم عموم کے طور پر صرف اعضاء کے جدا کرنے کی صورت میں استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں کر سکتے۔

اس کے علاوہ ایک آیت کریمہ یہاں مسلسل پڑھی جاتی رہی، انما حرم علیکم المیتۃ والی، تو اس کو مزید دیکھا جا سکتا ہے، کہ یہ سورہ بقرہ کی آیت نمبر 173 ہے۔

حرمتِ انسانی کے بارے میں گفتگو ہوتی رہی، ولقد کرمنا بنی آدم، یہ سورہ اسراء کی آیت نمبر 70 ہے اور اسی طریقے سے سورہ تین کی آیت نمبر 4 لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم، اس کے اس پہلو پہ گفتگو ہوتی رہی کہ جس انسان کا عضو لیا جا رہا ہے اس کی تکریم میں کہیں فرق نہ آ جائے۔ اس کے دوسرے پہلو کو اگر حضرات محققین دیکھ لیں کہ جس انسان کو عضو دیا جائے گا اس کی تکریم بھی اس سے ہوگی؟ تو کیا ہم اس کو سامنے رکھتے ہوئے بھی اس مسئلے کا حل نکال سکتے ہیں یا نہیں؟

ایک حدیث شریف میں نے یہاں پہ اپنے پاس نقل کر لی تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دوا کے بارے میں پوچھا گیا، امام ابن ماجہ نے اس کو کتاب الطب میں نقل کیا ہے، طویل حدیث ہے۔ اس کے اندر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا: ھل علینا جناح

ان لا نتداوا، کیا ہم علاج ہی نہ کریں تو اس میں کوئی حرج ہے؟ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تداووا عباداللہ فان اللہ سبحانہ لم یضع داء الا وضع لہ شفاء الا الھرم، فرمایا کہ اللہ کے بندو! دوا کیا کرو، علاج کیا کرو، کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جو بھی بیماری بنائی ہے اس کے لیے شفا اس کے ساتھ ہی رکھ دی ہے۔ وہ شفا کہاں ہے، تحقیق کے ذریعے اس کا تلاش کرنا ہماری ذمہ داری ہے، تو کیا ہم اس حدیث شریف کے عموم سے فائدہ اٹھاتے ہوئے یہ کام کر سکتے ہیں یا نہیں کر سکتے؟ یہ تو آیات اور احادیث کا سلسلہ تھا۔ میرے مقدمے کی آخری چیز جو ہے اس کا یہاں پہلے ذکر نہیں ہوا، وہ ہے تھری ڈی بایو پرنٹ کے ذریعے اعضاء کی پیوندکاری کرنا۔ آج کل اس سلسلے میں بھی کافی تحقیق ہو چکی ہے اور اگر اس کا نام ہم اردو میں یوں رکھ دیں: تین جہاتی مطبوعہ اعضاء، اس پر کافی تحقیق ہو چکی ہے اور میں نے یہاں کچھ سروے کا حوالہ دیا ہے، یعنی ہر روز 18 لوگ اعضاء نہ ملنے کی وجہ سے موت کا شکار ہو رہے ہیں، 2013ء میں اعضاء کی پیوندکاری کے منتظر مریضوں کی تعداد ایک لاکھ 21 ہزار 272 تک پہنچ چکی تھی اور اس کی پیوندکاری کے لیے دنیا بھر میں، روس میں بھی اور دیگر ممالک میں تحقیقات ہو رہی ہیں اور تحقیقی اداروں نے یہ کہا تھا کہ 2015ء کے شروع میں ہم تھایورائڈ بنا کر اسی طریقے سے (تھری ڈی پرنٹ کے ذریعے) تھایورائڈ کی پیوندکاری کر دیں گے اور ان کا یہ دعویٰ تھا کہ 2018ء تک گردہ تیار کر کے اس کی پیوندکاری کرنے کے قابل ہو جائیں گے، ہمارے ادارے اس پر کام کر رہے ہیں۔ اگر اس طرف بھی سوچیں تو اس بحث سے بھی کافی حل نکل سکتے ہیں۔

یہ چند عمومیات تھیں، اب میں صرف اور صرف اسلامی نظریاتی کونسل کا ایک فیصلہ اختصار کے ساتھ پڑھ کر سناؤں گا اور دوسرے ایک دو فیصلوں کی طرف انشاء اللہ اشارہ کروں گا۔ میں ڈرتا رہا کہ مفتی ابراہیم قادری صاحب یا ہمارے حضرات کونسل کی سفارشات کا حوالہ دے کر اپنی تقریر فرمائیں گے تو میرے لیے بات کرنے کو کچھ بھی نہیں بچے گا، اس

سے بھی بچت ہوگئی۔

1983ء میں اسلامی نظریاتی کونسل میں ایک فیصلہ ہوا تھا، کیبنٹ ڈویژن کے ایک مراسلے میں قرنیے کی پیوندکاری کے بارے میں بات پوچھی گئی تھی۔ کونسل نے استفارات بالا کے بارے میں اپنے 14 ویں اجلاس منعقدہ 14 فروری 1983ء میں زیر صدارت جناب چیئرمین کونسل جسٹس ڈاکٹر تنزیل الرحمن نے غور وفکر کیا۔ اجلاس میں درج ذیل ممبران کونسل نے اظہار خیال فرمایا، آپ حضرات ناموں پہ غور کر سکتے ہیں: جناب علامہ طالب جوہری صاحب، جناب علامہ سید محمود احمد رضوی صاحب، جناب مولانا منتخب الحق قادری صاحب، جناب عبدالمالک عرفانی صاحب، جناب مفتی سید سیاح الدین کاکاخیل صاحب، جناب ڈاکٹر شرافت علی ہاشمی صاحب، جناب مولانا ظفر احمد انصاری صاحب، محترمہ ڈاکٹر مسز خاور خان چشتی صاحب اور جناب ڈاکٹر عبدالواحد جے ہالیپوتہ صاحب۔ ان حضرات نے غور وفکر فرمایا اور پیوندکاری کے خلاف بھی دلائل آئے اور اس کے حق میں بھی آئے، جو دلائل خلاف تھے ان میں انسانی جسم کی حرمت اور کٹے ہوئے عضو کے مردہ ہونے کے مسائل زیر بحث رہے۔ جبکہ پیوندکاری کے حق میں انسانی جان کو بچانا یا کسی انسان کو معذوری کی حالت سے نکالنا زیر بحث رہا۔ اس اجلاس میں ایک عبوری فیصلہ دیا گیا۔ وہ عبوری فیصلہ دو طرفہ دلائل کے بعد بکثرت رائے طے پایا کہ قرنیہ اور گردے کی پیوندکاری تابع مقاصد شرعیہ جائز ہے۔ اس کے بعد علامہ سید محمود احمد رضوی صاحب، جناب مولانا منتخب الحق قادری صاحب اور محترمہ ڈاکٹر مسز خاور خان چشتی صاحبہ نے اکثریتی رائے سے اختلاف کیا، اس کے بعد مولانا منتخب الحق قادری کی تجویز اور تمام ارکان کی تائید پر جناب چیئرمین صاحب نے فیصلہ کیا کہ آئندہ اجلاس تک اس بارے میں کونسل کی رائے حکومت کو ارسال نہیں کی جائے گی تاکہ کسی صاحب کو اس مسئلے کے بارے میں مزید غور وفکر کرنا مقصود ہو تو کونسل کی رائے پر نظر ثانی کا موقع مل سکے۔ اس کے بعد اس پر پھر غور ہوا، غور کے بعد درج ذیل چیزیں بتائی گئیں جن کو

پڑھ کر میں (بات) ختم کرتا ہوں۔

اس مسئلے کے تین پہلو ہیں: کسی شخص کا اپنے کسی عضو جسمانی کا عطیہ کرنا، دوسرا ہے اس عضو کا نکالنا، تیسرا ہے اس عضو کا دوسرے زندہ انسان کے جسم میں پیوندکاری کرنا۔ نمبر 1 میں جو مسئلہ مذکور ہے، اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں، کسی زندہ شخص کا اپنی زندگی میں یہ وصیت کرنا کہ اس کے مرنے کے بعد یہ عضو اس کے جسم سے نکال دیا جائے اور ضرورت مند شخص کو لگا دیا جائے۔ اس کے بارے میں کونسل کے نزدیک کسی زندہ شخص کے جسم سے کوئی عضو اس کی اجازت کے باوجود مندرجہ ذیل وجوہ کی بنا پر نکالنا ناجائز ہے۔

1- نظامِ قدرت میں یہ دخل اندازی ہے۔ آگے کہا، کہ شریعت کی رُو سے انسانی جسم اس کی ملکیت نہیں ہے، زندہ انسانی جسم میں کسی عضو کے قطع کر دینے سے اس جسم کی بحیثیت اکائی صلاحیت دائماً متاثر ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے دو دو اعضاء میں سے ایک کا عطیہ دے دینے سے مستقبل میں دوسرے عضو کی ضرورت پڑ سکتی ہے اور اس طرح کی کئی چیزوں کا ذکر کیا گیا۔ پھر فرمایا، البتہ اس وصیت کی تعمیل مندرجہ ذیل شرائط کے ساتھ ہو سکتی ہے، اس کو جائز قرار دیا، شرائط یہ ہیں:

یہ کہ وہ عضو مورِث (یعنی جس نے وصیت کی ہے) کی طرف سے خالصتاً للہ، ہدیتاً ہونا چاہیے۔

2- انتقال کے بعد ورثائے میت اس کے جسم سے عضو کا قطع کرنے کی اجازت متفقہ طور پر دیں۔ اگر کوئی ایک وارث اس پر رضامند نہ ہو تو وہ عضو قطع نہیں کیا جائے گا، البتہ کسی لاوارث شخص کی وصیت پر اس کی موت کے بعد اس کی لاش سے کوئی عضو علیحدہ کرنے کے لیے ایسی رضامندی کی ضرورت نہ ہوگی۔

3- مورِث کی وصیت کے مطابق اس کا عضو دو ثقہ متقی ڈاکٹروں کی اس تصدیق پر قطع کیا جائے گا کہ اس شخص کی موت واقع ہو چکی ہے، یعنی جس کا عضو کاٹا جا رہا ہے۔

4- ایک ثقہ متقی مسلمان ڈاکٹر اس نیت سے وہ عضو الگ کرے کہ اس سے کسی ضرورت مند مضطر شخص کو فائدہ پہنچایا جائے۔

5- کسی مسلمان کا کوئی عضو کسی غیر مسلم کو نہیں لگایا جائے گا۔

مندرجہ بالا وجوہ کی بنا پر مذکورہ عطیہ صرف مرنے کے بعد ہوگا۔

یہ فیصلہ سالانہ رپورٹ 84-1983ء میں چھپا ہوا ہے۔ اس کے بعد 1992ء میں اسی طرح کا ایک فیصلہ ہوا اس میں بھی بالآخر جواز کے بارے میں کہا گیا۔ ایک فیصلہ 2000ء میں ہوا جو 01-2000ء کی رپورٹوں کے اندر موجود ہے اور سب کا خلاصہ یہی ہے کہ متعلقہ شرائط کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اعضاء کی پیوند کاری اور ان کا عطیہ کرنا جائز ہے، وہ شرائط کونسل کی رپورٹوں کے اندر موجود ہیں اور کوئی بھی صاحب ان کو دیکھ سکتے ہیں۔ بہت شکریہ!

وما علینا الا البلاغ المبین

***

زرع اعضاء...... ایک اجتہادی مسئلہ

علامہ صاحبزادہ ابوالخیر زبیر
صدر، جمعیت علمائے پاکستان

الحمد للہ الذی کفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی
اما بعد اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم
بسم اللہ الرحمن الرحیم
و انا لکم ناصح امین............
و صدق رسولہ النبی الکریم

صاحب صدر، عمائدین ملت اور حاضرین کرام!

پروفیسر جناب نور احمد شاہتاز صاحب لائق صد تبریک ہیں کہ آج انہوں نے اعضاء کی پیوند کاری کے اہم موضوع پر سیمینار/ کانفرنس کا انعقاد کیا۔ مجھ سے قبل ماشاء اللہ اس موضوع کے مانعین اور مجوزین دونوں نے اس پر اظہار خیال کیا۔ اس مختصر سے وقت کے اندر جو کچھ دلائل پیش کیے جا سکتے تھے، وہ کیے۔ یہ ایک بڑا تفصیل طلب موضوع ہے۔ اس

کے جواز پر بھی علما بہت سے دلائل دیتے ہیں، عدم جواز پر بھی۔ اس کے جواز پر کچھ دلائل مجھ سے پیش رو مقررین نے دیے، میں ان کو دہرانا نہیں چاہتا۔ میں تو صرف اتنا عرض کروں گا کہ ہمارا دین یہ آخری دین ہے، یہ شریعت آخری شریعت ہے۔ حضور سرورِ دو جہاں ﷺ خاتم النبیین ہیں، آخری نبی بن کر تشریف لائے ہیں اور آپ ﷺ کی شریعت قیامت تک کے لیے ہے اور قیامت تک جو آنے والے نئے نئے واقعات، اُن سب کا حل قرآن اور حدیث کے اندر موجود ہے۔ اس مسئلے پر بھی قرآن پاک کے اندر واضح طور پر بہت سی آیات اور احادیثِ نبویہ موجود ہیں۔ کچھ ضمناً اور اشارتاً بہت سی آیات ہیں جن سے اس مسئلے کے جواز پر اشارہ کیا گیا ہے، مثلاً قرآن پاک میں انبیائے کرام کے جو اقوال نقل کیے گئے ان میں حضرت ہود علیہ السلام کا یہ قول نقل کیا جاتا ہے کہ وانا لکم ناصح امین کہ میں تمہارا سچا خیر خواہ ہوں۔ اور قرآن یہ بتانا چاہتا ہے کہ نبی جو پیغام لے کر آتے ہیں وہ خیر خواہی کا ہوتا ہے اور نبی خیر خواہی کا کام کرتے ہیں اور جو کوئی بھی کسی کے ساتھ خیر خواہی کرے وہ یہ سمجھ لے کہ وہ انبیا کا کام کر رہا ہے، یہ کارِ انبیا ہے۔

اب میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ کیا کسی کی جان کو بچا لینا، اس کو کوئی عضو دے کر اس کی آنکھوں میں نور لے آنا، اس کی تاریک زندگی کو روشن کر دینا، اس کو نئی زندگی عطا کر دینا، اس سے بڑی کوئی خیر خواہی ہو سکتی ہے؟ اور یہ کرنے والا کیا نبیوں کا کام نہیں کر رہا؟ جس کی طرف قرآن اشارہ کر رہا ہے، بلکہ میرے آقا ﷺ نے تو یہاں تک فرما دیا: الدین النصیحۃ۔ کہ ہمارا تو پورا دین خیر خواہی ہے۔

آپ اسلام کے ایک ایک حکم کو دیکھیں تو آپ کو اس میں خیر خواہی ہی خیر خواہی نظر آئے گی۔ میرے آقا سرورِ کون و مکاں ﷺ نے اس خیر خواہی کی، مسلمانوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی، مصیبتوں اور مشکل میں ان کے کام آنے کی کس قدر ترغیب دلائی، کہ حدیث مبارک میں آتا ہے، مشکوٰۃ شریف کی مشہور حدیث ہے، حضور سرورِ کائنات ﷺ

نے یہ فرمایا، پچھلی امتوں میں ایک بدکار عورت تھی، اللہ نے اس کو جنت عطا فرمادی۔ آقا! وہ کس طرح جنت میں چلی گئی؟ فرمایا، وہ جا رہی تھی، گرمی کا دن تھا، سخت دوپہر تھی۔ راستے میں ایک کنویں کے کنارے ایک کتا شدتِ پیاس کی وجہ سے ہانپ رہا تھا، زبان اس کی باہر نکلی ہوئی تھی، اس عورت کو ترس آیا، اس نے اپنا موزہ اتارا اور اپنے کپڑے سے باندھ کر ڈول بنا کر کنویں میں سے پانی نکالا اور اس کتے کے آگے ڈال دیا۔ اس کتے نے پانی پیا، اس کی زندگی بچ گئی۔ اللہ نے اس کے صدقے میں اسے جنت عطا فرمادی۔ صحابہ حیران ہوئے یا رسول اللہ ﷺ اس کتے کے ساتھ ایسا سلوک کیا؟ اور اسے جنت مل گئی؟ فرمایا، ہاں ہاں۔ جو بھی کسی تر جگر رکھنے والے یعنی کسی ذی روح کے ساتھ اچھا سلوک کرے گا، اللہ قیامت کے دن اس کو بہترین جزا عطا فرمائیں گے۔

آپ اندازہ کریں، کتے کی جان بچانے پر اگر جنت مل رہی ہے، تو یہاں اگر انسان کی جان بچ جائے تو کیوں نہیں اللہ جنت عطا فرمائے گا اور کیوں نہیں اس کو بہترین جزا عطا فرمائے گا۔

بعض مانعین حضرات اتنے زیادہ حد سے بڑھ جاتے ہیں، دلائل اپنی جگہ پر ہیں، دلائل دیں، لیکن بعض مانعین نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ اگر کسی نے اس قسم کی بات کی تو اس پر اللہ کی لعنت ہوگی۔ اور معاذ اللہ، اس حدیث کا حوالہ دیا جس میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ عورتیں اگر کسی دوسری عورت کا بال استعمال کریں، جسے ہم آج کل وگ کہتے ہیں، تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ ان پر لعنت ہوگئی اور اس کو دلیل بنا کر یہ کہہ دیا کہ نہیں، حضور ﷺ نے فرما دیا۔ کہ تم بھی اس کا گردہ لگا رہے ہو، تم پر بھی لعنت ہوگی۔ حالانکہ واضح طور پر اُس حدیث مبارک میں حُسن کا لفظ بھی آیا ہے کہ وہ عورت اپنے چھوٹے بالوں کو بڑا کر کے دکھانے کی کوشش کر رہی ہے، ایک دھوکہ دے رہی ہے یا حُسن کے لیے تغیرِ خلق کر رہی ہے، اس لیے حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ صحیح نہیں ہے، لیکن اس کو اس پر قیاس کر لینا کہ ایک

انسان گردہ دینے کا عمل نہ محسن کے لیے کر رہا ہے، وہ تو ایک جان بچا رہا ہے۔ اور جان بھی وہ جس کے لیے اللہ قرآن پاک میں فرماتا ہے، و من احیاھا فکانما احیا الناس جمیعا۔ کہ کسی کی جان بچانا پوری زندگی، پوری انسانیت کو بچانا ہے۔ اتنے عظیم کام کے لیے اس پر قیاس کرنا، تو یہ قیاس قیاس مع الفارق ہے۔ مانعین اس قسم کے بہت سے دلائل دیتے ہیں، لیکن اس میں کوئی وزن نہیں ہوتا۔ الحمدللہ! میں نے جو کتاب لکھی ہے اس میں اُن کے تمام دلائل کا جواب دیا ہے۔ ہمارے ڈاکٹر ادیب رضوی صاحب یہاں تشریف فرما ہیں، جو اس موضوع پر وہ کام کر رہے ہیں وہ تو اپنی جگہ پر ہے، وہ ثواب کما رہے ہیں، لیکن جو علماء علمی کام بھی کر رہے ہیں، میرے خیال میں اس کا ثواب بھی ڈاکٹر صاحب کو جا رہا ہے۔ جس زمانے میں میرے استاد محترم قاری عبدالرزاق صاحب کی طبیعت خراب ہوئی اور میں ڈاکٹر صاحب کے پاس گیا، کہ ان کا گردہ تبدیل کیجیے۔ تو ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ آپ کے علما تو اس کے ناجائز ہونے کا فتویٰ دے رہے ہیں اور آپ کہہ رہے ہیں کہ ان کا گردہ تبدیل کر دو۔ میں نے کہا نہیں اس پر تحقیق کرتے ہیں۔ پھر میں نے تحقیق کی، پوری کتاب لکھی۔ جواز کے جتنے دلائل تھے وہ سب اس کتاب میں ذکر کیے۔ اس کے جواب میں حضرت مولانا غلام رسول رضوی صاحب نے اپنی تفسیر میں میرے دلائل کو رد کیا، میں نے پھر اس کا جواب لکھا ''اعضاء کی پیوندکاری اور جواب تبیان القرآن'' کے نام سے اور جتنے اُن کے دلائل تھے اس میں بڑی وضاحت کے ساتھ اُن کا جواب دیا۔ میرے خیال میں یہ ثواب بھی ڈاکٹر صاحب کو مل رہا ہے، جو بھی علمی کام ہو رہا ہے۔

میں آخری بات عرض کر کے اپنی بات ختم کروں گا کہ ماشاءاللہ اب تو ہمارے ڈاکٹر نور احمد شاہتاز صاحب بھی اسلامی نظریاتی کونسل کے ممبر ہو گئے، ہمارے محمد خان شیرانی صاحب بھی یہاں موجود ہیں۔ ایک اور ہمارے پروفیسر مفتی محمد ابراہیم صاحب بھی تشریف فرما ہیں، وہ بھی اس کے ممبر ہیں۔ اس اسلامی نظریاتی کونسل کا تو کام ہی یہ ہے، یہ آئینی ادارہ

بنایا ہی اس لیے گیا ہے کہ پاکستان کے قوانین کو اسلامی سانچے میں ڈھال کر پارلیمنٹ سے منظور کرائے۔ اکرام صاحب اس کی تفصیل پیش کر رہے تھے کہ کچھ چیزیں تو اسلامی نظریاتی کونسل میں پیش کی جا چکی ہیں، کچھ اگر رہ گئی ہیں، آپ اگر سمجھتے ہیں کہ اس قانون میں کچھ سقم ہے یا اس کو غلط طور پر استعمال کیا جا رہا ہے، لوگوں نے اس کو تجارت بنا لیا ہے، تو اس کے لیے بھی قانون میں کچھ نہ کچھ موجود ہے لیکن پھر بھی اس کا روک تھام نہیں ہوتا ہے تو میں کہوں گا کہ اسلامی نظریاتی کونسل کے اجلاس میں اس پر ایک لائحہ عمل طے کیا جائے اور متفقہ طور پر کوئی چیز پاس کر کے پھر اس کو پارلیمنٹ سے پاس کرایا جائے۔ اصل میں اسلامی نظریاتی کونسل نے کئی سو نہیں، کئی ہزار تجاویز پیش کی ہیں ان کا جو کام تھا وہ کام مکمل کر لیا ہے اور پارلیمنٹ کو بھیج دیا ہے کہ پاکستان میں یہ غیر اسلامی قوانین ہیں اور ان کو اس طریقے سے اسلامی بنایا جائے۔ لیکن افسوس یہ ہے کہ ہمارے حکمران چاہتے ہی نہیں ہیں کہ پاکستان میں اسلامی نظام آئے اور جو کچھ ہے، غیر اسلامی کام بھی چل رہا ہے، اس کو بھی اسلامی سانچے میں ڈھالنے کی وہ کوشش نہیں کر رہے۔ لیکن یہ فرض بھی ان حضرات کا بنتا ہے کہ شیرانی صاحب اس مسئلے کو پارلیمنٹ میں اٹھائیں، یہ پارلیمنٹ میں موجود ہیں، عوام کی بھی توجہ اس مسئلے کی طرف دلائیں، کہ وہ اس مسئلے پر حکومت پر زور دیں، کہ یہ پاکستان اسلام کے نام پر بنا ہے، یہاں اسلامی نظام آنا چاہیے اور اسلامی نظام کے تحت یہ تمام امور جن کو ہم جائز قرار دے چکے ہیں، اس کو تمام شرائط کے مطابق نافذ ہونا چاہیے، اس میں جو خرابیاں ہیں ان کا تدارک کرنا چاہیے اور یہ حکمرانوں کا کام ہے کہ تدارک کریں۔

اسلامی نظریاتی کونسل میں بڑے سلجھے ہوئے لوگ پہنچے ہیں، مجھے یقین ہے کہ انشاء اللہ وہ اس پر خصوصی توجہ دیں گے اور اس کو پارلیمنٹ سے پاس کرائیں گے، اس کے نقائص کو دور کرنے کی کوشش کریں گے۔

وما علینا الا البلاغ المبین

ضرورتِ شرعی کے تحت انسانی اعضاء سے انتفاع شرعاً جائز ہے

علامہ مفتی محمد ابراہیم صاحب
مہتمم دار العلوم غوثیہ سکھر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم و علی آلہ و اصحابہ اجمعین

اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ومن احیاھا فکانما احیا الناس جمیعا۔ صدق اللہ العظیم

صاحب صدر گرامی قدر جناب میزبان مکرم مہمانانِ گرامی، سامعین محترم!
میں بغیر کسی تمہید کے، موضوع سے متعلق چند گزارشات آپ کی خدمت میں پیش

کرنا چاہوں گا اور توجہ کی درخواست آپ حضرات سے کروں گا۔

اعضاء کی پیوندکاری کی چند صورتیں ہیں، پہلے ان صورتوں کا احاطہ کرلیا جائے۔ ایک یہ ہے کہ کسی انسانی جسم میں ٹھوس اشیا، غیر جاندار اجزا، پلاسٹک، اسٹیل، اس قسم کی چیزیں جو جمادات کی قبیل سے ہیں، ان کی پیوندکاری کی جائے، ایک صورت یہ ہے۔ جیسے ہمارے ہاں دانت لگوائے جاتے ہیں۔ اسی طریقے سے جب کسی کے گھٹنے ناکارہ ہوجائیں تو پلاسٹک یا اسٹیل کے گھٹنے ڈال دیے جاتے ہیں۔ یہ بھی پیوندکاری کی ایک صورت ہے اور یہ جمادات سے انتفاع کی ایک صورت ہے۔ یہ بالکل جائز ہے۔ حضرت عرفجہ کے حق کے بارے میں ایک حدیث آپ نے مجھ سے پہلے سنی کہ قبل از اسلام کسی جنگ میں ان کی ناک کٹ گئی تھی اور انہوں نے چاندی کی ناک لگائی اور اس سے بدبو آتی تھی۔ نبی پاک ﷺ کی خدمت میں استفسار کیا، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا، تم سونے کی ناک لگالو، تو انہوں نے سونے کی ناک لگائی۔ یہ بھی پیوندکاری کی ایک صورت ہے، لیکن پیوندکاری کی اس صورت کا تعلق انسانی یا حیوانی اجزا سے نہیں۔

پیوندکاری کی دوسری صورت یہ ہے کہ حلال جانوروں کے اجزا اور اعضاء سے پیوندکاری کی جائے۔

تیسری صورت یہ ہے کہ انسانی اعضاء سے پیوندکاری کی جائے۔ پھر، آگے جاکر انسانی اعضاء سے پیوندکاری کی دو صورتیں نکلتی ہیں: ایک یہ کہ متاثرہ شخص یا بیمار ہے، اسی کے جسم کے اجزا سے پیوندکاری کی جائے یا کسی اور انسان کے اجزا اور اعضاء سے پیوندکاری کی جائے۔ مثال کے طور پر ایک آدمی جل گیا، اس کے جسم کے بعض حصے جھلس گئے، اس کی کھال ادھڑ گئی، ختم ہوگئی تو بسا اوقات ڈاکٹر صاحبان اسی انسان کے بدن سے چمڑا، کھال کاٹ کر متاثرہ حصوں پر لگا کر پیوندکاری کرتے ہیں۔

بسا اوقات جبڑے، منہ کا کینسر ہے، جب وہ زیادہ پھیل جائے تو بسا اوقات اس کے چہرے کی کھال کاٹ دی جاتی ہے، ایسے چہرے کو بدنمائی سے بچانے کے لیے اس کے جسم کے بعض حصوں کو کاٹ کر پیوند کاری کی جاتی ہے۔ ہمارے بائی پاس آپریشن میں انسانی جسم ہی میں ایک ایکسٹرا رگ ہے، جسے دل سے جوڑا جاتا ہے اور اسی انسان کی ٹانگ سے، ساق سے، پنڈلی سے اسے نکالا جاتا ہے۔ یہ بھی اعضاء کی پیوند کاری کی ایک صورت ہے، لیکن یہ وہ صورت ہے کہ متاثرہ انسان اور مریض انسان کے بدن ہی کے اجزا اور اعضاء سے استفادہ کر کے پیوند کاری کی جائے۔

چوتھی صورت یہ ہے کہ کسی دوسرے انسان کے اعضاء یا اجزا لے کر کسی اور مریض میں منتقل کیے جائیں اور پیوند کاری کی جائے، یہ وہ صورت ہے جس میں علمائے عصر کا اختلاف ہے۔ اس سے پہلی جو تین صورتیں ہیں اس میں بالعموم اختلاف نہیں پایا جاتا۔ اختلاف صرف اس صورت میں ہے کہ جب میرے جسم سے اعضاء یا اجزا نکال کر کسی اور مریض میں منتقل کیے جائیں، تو آیا یہ جائز ہے یا نہیں؟ دنیا کے علما کا، عصر کے علما کا، زمانے کے علما کا اس مسئلے میں اختلاف ہے، بعض جواز کے قائل ہیں اور بعض عدمِ جواز کے قائل ہیں۔ جو لوگ جائز کہتے ہیں اس کا جواب آپ ابھی سن چکے ہیں، کچھ شرطوں کے ساتھ مشروط ہے۔ ایک یہ کہ جس شخص کے اعضاء لگائے جا رہے ہیں، اس کے بارے میں ڈاکٹر یہ کہیں کہ اس کی ہلاکتِ جان کا کوئی اندیشہ نہیں اور کوئی ضرر شدید اسے لاحق نہیں ہوگا۔ دوسری بات یہ کہ جس شخص کو یہ اعضاء منتقل کیے جا رہے ہیں، وہ ان اعضاء کا ضرورت مند ہے۔ ان شرائط کے ساتھ اعضاء کی پیوند کاری میں کوئی حرج نہیں۔

جو لوگ جائز کہتے ہیں اور مجھ طالب علم کا تعلق بھی ان لوگوں سے ہے جو اعضاء کی پیوند کاری کو جائز کہتے ہیں۔ دلیل یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں واضح طور پر چند چیزوں کو حرام قرار دیا ہے: انما حرم علیکم میت و دم و لحم الخنزیر و ما احل

لغیر اللہ۔ اس میں خاص طور پر خون کا بھی ذکر کیا گیا، کہ خون حرام ہے، ناپاک ہے، نجس چیز ہے۔ لیکن جہاں اللہ رب العزت نے ان چیزوں سے انتفاع کو حرام قرار دیا اسی آیت کے اگلے حصے میں فرمایا: فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فلا اثم علیہ۔ اگر کوئی آدمی مجبور ہے اور ان چیزوں سے وہ انتفاع چاہتا ہے تو اس پر کسی قسم کا کوئی گناہ نہیں ہے، یہ اللہ نے اس کا استصراف فرمایا ہے۔ ایسے ہی اللہ رب العزت نے، جب دنیا مجبور ہے اور اسے انسان اس کی جان بچانا ہماری ضرورت ہے، تو اللہ رب العزت کی ایک ہدایت اس آیت میں ہے، ایک اور ہدایت: وما جعل علیکم فی الدین من حرج۔ اللہ نے تم پر اس دین مصطفیٰ میں اس دین میں کوئی حرج نہیں رکھی۔ اللہ نے انسانوں کو حرج سے نکالا ہے اور یہ تدابیر اعضاء کی پیوند کاری، کسی کی جان بچانا، یہ اسی حرج کو پیش نظر رکھتے ہوئے حضور سید عالم ﷺ کا ارشاد ہے، یسروا ولا تعسروا، بشروا ولا تنفروا۔ لوگوں کے لیے آسانیاں تلاش کرو، انہیں دشواریوں میں نہ ڈالو، لوگوں کو بشارتیں سناؤ، انہیں بلاوجہ مت ڈراؤ۔ حضور اکرم ﷺ کا ایک اور ارشاد ہے، آپ ﷺ نے فرمایا، انما بعثت میسرا و لم تبعثوا معسرا۔ اے امت محمدیہ! اللہ نے تمہیں آسانی پیدا کرنے والا بنا کر بھیجا، لوگوں کی زندگی میں دشواریاں، مشکلیں ڈالنے والا بنا کر تمہیں نہیں بھیجا۔ ایک قاعدہ فقہیہ ہے الضرورات تبیح المحظورات، کہ انسانی ضرورتیں، حاجتیں ایسی چیزیں ہیں جو ممنوع اور حرام چیزوں کو مباح کرا دیتی ہیں۔ چنانچہ آپ نے ابھی ایک عالم سے سنا کہ اہل عرینہ جب (مدینہ) آئے اور بیمار ہوئے، پیٹ کی بیماریوں میں مبتلا ہوئے، جب ان کا کوئی علاج نہ ہو سکا تو حضور ﷺ نے ان کو صدقات کے اونٹوں میں بھیجا، فرمایا کہ اونٹنیوں کا دودھ اور پیشاب پیو۔ وہاں آپ ﷺ نے ان کا علاج پیشاب سے کیا، یہ ایک انسانی ضرورت تھی جس کی بنا پر آپ ﷺ نے جواز کا فتویٰ عنایت فرمایا۔

میں آپ حضرات کو اس طرف بھی متوجہ کرنا چاہوں گا کہ جو علما اعضاء کی پیوند کاری

کو ناجائز کہتے ہیں ان میں، میں نے اکثریت کو اس بات کا قائل ہوتے ہوئے دیکھا کہ خون کا انتقال اور ضرورت مند آدمی کو خون دینا اور خون دے کر اس کی جان بچانا جائز ہے۔ وہ علما جو اعضاء کی پیوند کاری کو جائز نہیں کہتے ان میں اکثریت ان لوگوں کی ہے جو انتقالِ خون کو جائز کہتے ہیں۔ اب آپ یہ بتایئے کہ ہمارے بدن میں سے خون نکلے گا تو وہ دمِ مسفوح ہے، ناپاک ہے، وہ پلید ہے، وہ کیسے جائز ہو گیا؟ وہ اسی بنا پر جائز ہوا کہ اللہ رب العزت نے ضرورتوں کی بنا پر ان چیزوں کا پہلے سے استثنٰی فرما دیا۔ فمن اضطر غیر باغ و لا عاد فلا اثم علیہ۔

جو لوگ خون دیتے ہیں ان کے لیے ضروری ہے کہ جس آدمی کا خون لیا جائے وہ اس پر راضی ہو اور ڈاکٹر حضرات ہر آدمی کے انتقالِ خون کے قائل نہیں ہیں۔ دیکھا جاتا ہے کہ جس آدمی کا خون ہے وہ صحت مند ہے یا نہیں ہے، خون اگلے شخص کو فائدہ پہنچائے گا یا نہیں؟ اگر اگلے شخص کی جان بچانا ہے اور اس شخص کا خون مفید ہے، تو جو لوگ مجوز نہیں ہیں اور مانعین ہیں، وہ بھی اس کو جائز قرار دیتے ہیں۔

ایک بات بیچ میں یہ آتی ہے کہ اعضاء کی پیوند کاری یہ ناجائز کیوں ہے؟ اس پر بالعموم گفتگو یہ کی جاتی ہے کہ یہ انسانی توہین ہے، انسان کی تکریم، تحریم، تقدیس کے خلاف ہے۔ میں اس سلسلے میں عرض کرنا چاہوں گا کہ انسانی تحریم و تقدیس کے پیمانے ہر زمانے میں ایک سے نہیں رہے، ہر زمانے میں حرمت، تحریم، تقدیس، توہین کے معیار بدلتے رہتے ہیں۔ مثال کے طور پر صحابہ کرامؓ کے بارے میں آیا، کہ وہ مساجد میں جوتے کے ساتھ نماز پڑھتے تھے، اس زمانے کی مسجدوں کا فرش کنکروں والا، کچا ہوتا تھا۔ اگر جوتے کے ساتھ کچھ چیزیں لگی ہوئی ہیں تو فرش میں ان کے لیے برداشت تھی۔ لیکن آج کے دور میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ مسجدوں میں جوتے سمیت چلے جاؤ، جوتے پہن کر مسجدوں کی حرمت کو پامال کرو اس لیے کہ (ایسا کرنا) مسجدوں کی موجودہ تعمیر، نظافت، حسن و جمال، تزئین کے خلاف ہے،

ہمارے عرف میں اسے بے حرمتی سمجھا جانے لگا ہے۔

میں ایک بات یہ بھی عرض کروں، ان فقہا اور علما سے گزارش ہے کہ جن علما نے انسانی اعضاء سے انتفاع کو انسانیت کی توہین قرار دیا ہے، مجھ طالب علم کی نظر میں اس کے پیچھے ایک علت تھی، ایک وجہ تھی۔ اگر آپ فقہ کی کتابوں پر غور کریں گے تو معلوم ہوگا کہ ہمارے جن فقہا نے مسائل کی بنیاد طبی تحقیقات پر رکھی ہے، تو طبی تحقیقات تو ارتقائی تحقیقات ہیں، ہر دور میں طبی تحقیقات بدلتی ہیں۔ اُس زمانے میں چونکہ طبی تحقیق یہ تھی کہ انسانی اعضاء دوسرے انسان کے لیے بالعموم ناقابلِ استعمال تھے، اُس دور میں یہ کہا گیا کہ انسانی اعضاء کا انتقال اور ان سے استفادہ اور انتفاع انسانیت کی تذلیل اور توہین ہے۔ لیکن اب زمانہ بدل گیا، طب نے آسمان تک ترقی کی ہے، بہت زیادہ ارتقائی منازل طے کی ہیں۔ آج سے سو، پچاس سال پہلے جہاں آج اعضاء کے انتفاع وان کی پیوند کاری کا تصور نہیں تھا، سائنس نے انسانوں کو حیران کر دیا، انسانی ترقی اور میڈیکل کی ترقی کہاں سے کہاں پہنچ گئی۔ اُس زمانے میں فقہا کی وہ تحقیقات، اُس زمانے کی طبی تحقیقات پر مبنی تھیں۔ میرا وجدان یہ کہتا ہے کہ اگر آج کے دور میں وہ فقہا ہوتے تو وہ اس طرح کا فتویٰ نہ دیتے اور اسے انسانی تذلیل قرار نہ دیتے۔

ایک بات اور عرض کروں، ایک انسان، ایک نفسِ محترمہ ہے، اس کا گردہ یا کوئی اور عضو نکالا گیا، تذلیل تب ہوگی کہ اسے کتے میں فٹ کیا جائے یا گدھے میں لگا دیا جائے یا کسی اور جانور میں لگا دیا جائے۔ لیکن آپ نے ایک محترم جان کو بچانے کے لیے ایک محترم نفس سے وہ عضو نکالا، تو آپ نے جو یہ عضو منتقل کیا ہے، یہ تذلیل نہیں ہو رہی، یہ انسان کی تکریم، تقدیس اور توقیر ہو رہی ہے۔

خلاصہ یہ نکلا کہ آج کے دور میں اعضاء کی پیوند کاری، انسانی اعضاء سے انتفاع بری چیز نہیں، یہ بہت اچھی چیز ہے، یہ انسان کی توہین نہیں، اس کی تذلیل نہیں، بلکہ ایک انسان کی

طرف سے عطیہ ہے اور دوسرے انسان کی جان بچانے کی کوشش کی جارہی ہے، یہ انسانیت کی تذلیل کے زمرے میں نہیں آتا، بلکہ انسانیت کی خدمت کے زمرے میں آتا ہے اور اللہ رب العزت کے اس فرمان کا مصداق ہے کہ ومن احیاھا فکانما احیا الناس جمیعا۔ جس نے ایک انسان کی جان بچائی اس نے ساری انسانیت کی جان بچائی۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

مسلم کا عضو کافر اور کافر کا مومن کو لگانے کا شرعی حکم

مولانا محمد خان شیرانی
چیئرمین اسلامی نظریاتی کونسل

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

ان الحمد للہ نحمدہ و نستعینہ و نستغفرہ و نستھدیہ ..... و نؤمن بہ و نتوکل علیہ و نعوذ باللہ من شرور انفسنا و من سیأت اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ و من یضلل فلا ھادی لہ۔ واشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ و اشھد ان محمداً عبدہ و رسولہ۔

اما بعد! فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
و من احسن قولا ممن دعا الی اللہ و عمل صالحا و قال اننی من المسلمین۔

محترم مہمانانِ گرامی، شرکائے محفل!
انسانی اعضاء کی پیوندکاری کا مسئلہ جو عرصے سے علمائے کرام کا موضوع بحث بھی رہا

ہے اور مختلف مجامع اور ادارہ ہائے اسلامی کا اس پر انفرادی اور اجتماعی آراء تحریری شکل میں مسلمانوں کے سامنے آچکی ہیں۔ جس نقطۂ نظر سے اس پر غور کیا گیا ہے، اس میں اب تک دو مسئلے ایسے ہیں جن پر علمائے کرام کی رائے مسلمانوں کے سامنے آچکی ہے، اس بارے میں میں ماہرین اور علما کی توجہ مبذول کرانے کی کوشش کروں گا۔

ایک مسئلہ یہ ہے کہ مسلمان کا عضو غیر مسلم کو لگایا جا سکتا ہے؟ شاید یہ اس نظریے کی بنیاد پر ہے، کہ مسلمان کے جسم کا حصہ اگر غیر مسلم میں پیوند کیا جائے تو جو سزا ہوگی، شاید وہ مسلمان کے جسم کے حصے کو بھی ملے۔ یا موت کے بعد جزا اور سزا کا جو عمل ہے وہ روح اور جسد دونوں کو ملتا ہے۔ اس سلسلے میں، میں گزارش یہ کروں گا کہ اس نقطۂ نظر سے بھی دیکھا جائے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جن پرندوں کے بارے میں رہنمائی فرمائی گئی اور ان پرندوں کے گوشت کو مخلوط کیا گیا اور پھر اس کو بلایا گیا اور اس کے پر اور گوشت ہر چیز الگ الگ ہو کر اور ہر پرندے کا گوشت اور ہڈی اس کے ساتھ جڑتے رہے۔ تو اس نقطۂ نظر سے بھی دیکھا جائے کہ کیا اللہ کے قبضۂ قدرت میں یہ نہیں ہے کہ مسلم کے جسد کا وہ حصہ اس زمانے میں اس سے الگ کیا جائے۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ سورہ بقرہ کی آیت 213 ہے، جس میں اللہ جل جلالہ فرماتے ہیں، کان الناس امۃ واحدۃ۔ اب کان کا معنیٰ یا تو "تھا" ہے، تو پھر تاریخ سے حکایت ہو جائے گی اور کان کا معنیٰ "ہے" ہے تو اس کا معنیٰ یہ ہے کہ اس میں تسلسل اور دوام رہے گا۔ اگر پوری انسانیت ابتدا سے انتہا تک امتِ واحدہ ہے تو اس نقطۂ نظر سے بھی ذرا غور کیا جائے کہ پھر اس کا مسئلہ کیا بن جاتا ہے۔

تیسری بات، جس نقطۂ نظر سے اس موضوع پر ماہرین نے اور علما نے توجہ دی ہے، وہ اس نقطۂ نظر سے بھی اس پر توجہ دیں جس میں اللہ جل جلالہ مومن کی خاصیت بیان فرماتے ہیں، یوثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ۔ اس نقطۂ نظر سے بھی دیکھا جائے، کہ

انسانی پیوندکاری کا حکم کیا بنتا ہے۔ یعنی اگر مومن کو اپنی ضرورت ہو بھی، تو وہ دوسرے کی ضرورت کو اہمیت دے۔ غالباً ایک غزوے کے بارے میں یہ آتا ہے کہ ایک صحابی زخمی حالت میں پیاس سے نڈھال ہیں اور پانی طلب کرتے ہیں اور جب دوسرے (صحابی) آواز دیتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ (پانی) اس کے پاس لے جائیں۔ اور پھر (پیالہ) گھوم گھام کے واپس اس شخص کے پاس آتا ہے تو ان کی روح پرواز کر چکی ہوتی ہے۔ اس نقطۂ نظر سے بھی دیکھا جائے کہ اس کے احکام کیا بن سکتے ہیں۔

ایک روایت میں نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں، من نفس عن مسلم قربة من قرب الدنیا اس نقطۂ نظر سے بھی اس پر غور ہونا چاہیے کہ ان روایات سے کیا حکم اور کیا استنباط کیا جا سکتا ہے۔

جو روایات حارث کی اجرت سے متعلق ہیں کہ وہ اپنے آپ کو تو موت کے منہ میں لے جاتا ہے لیکن دوسرے ساتھیوں کو آرام سے نیند کرنے کی سہولت فراہم کرتا ہے اور وہ خود موت کے منہ میں چلا جاتا ہے۔ تو ان ساری روایتوں اور آیتوں کو اس نقطۂ نظر سے بھی دیکھا جائے تو شاید اس سلسلے میں ہماری بہتر رہنمائی ہو سکے۔

جہاں تک یہ ہے کہ جو عضو انسان سے الگ ہو جائے تو وہ مردہ شمار ہوتا ہے لیکن اگر عضو مردہ شمار ہوگا پھر تو وہ دوسرے کے لیے بھی کارآمد ثابت نہیں ہوگا۔ اس میں بھی دیکھا جائے کہ کیا یہ عضو مر چکا ہے، موت کے بعد اس کے لیے کارآمد ثابت ہوتا ہے یا یہ عضو خود زندہ ہے اور اس لیے اس کے لیے کارآمد ثابت ہوتا ہے۔ تو اس تمام نقطہ ہائے نظر کے حوالے سے ماہرین اور علما کو دیکھنا چاہیے۔ ڈاکٹر زبیر نے اسلامی نظریاتی کونسل کی بھی بات فرمائی، پھر پاکستان اور آئین کی بات بھی کی، ڈاکٹر شاہناز صاحب کی اور اس ادارے کی بھی بڑی خدمات ہیں۔ میں اس سلسلے میں گزارش کروں گا کہ اس موضوع پر بھی ماہرین کا ایک مذاکرہ منعقد کیا جائے کہ پاکستان اس وقت ملکیت کس کی ہے؟ تاکہ یہ پتہ چل جائے کہ اس

کا مالک کون ہے؟۔ دوسری بات یہ ہے کہ بہتر ہوگا کہ اس موضوع پر بھی ایک مجلس مذاکرہ منعقد کی جائے کہ جو اسٹیبلشمنٹ ہم پر حکومت کرتی ہے، وہ ہماری ہے یا پرائی ہے۔ پھر یہ کہ ہماری حکومتیں ویلفیئر اسٹیٹ ہیں یا سیکورٹی اسٹیٹ ہیں، اس پر بھی ایک مذاکرہ ہونا چاہیے تاکہ نوعیت معلوم ہو جائے اور اس کی روشنی میں قوم کی بہتر رہنمائی ہو۔ اس خطے میں ہماری حیثیت مزارع کی ہے یا مالک کی، تاکہ ہمیں پتہ چل جائے کہ ہم کیا ہیں۔ ہمیں یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ ہمارے منتخب ارکان جو ادارے تشکیل دیتے ہیں یہ حاکم ہوتے ہیں یا خادم، تاکہ ان کا بھی پتہ چل جائے۔ ہمارا آئین ہمیں منزل، مقصد یا راستہ بتاتا ہے یا گول دائرے میں ہمیں چکر دلواتا ہے؟ تاکہ یہ ساری چیزیں ساتھیوں کے سامنے آ جائیں۔ پھر ہمارا جو الیکشن ہے، یہ الیکشن ہے یا ریفرنڈم ہے؟ یہ دراصل ہے کیا؟ پھر، بین الاقوامی دنیا ہمیں کس نظر سے اور کس نقطۂ نگاہ سے دیکھتی ہے؟ کہ ہم کیا ہیں؟ پوری امتِ مسلمہ میں خوں ریزی کے جاری حالات انسدادِ دہشت گردی ہیں یا فروغِ دہشت گردی ہیں؟ اس کی بھی تحقیق ہونی چاہیے۔ اس پوری صورتحال میں ہمارا کردار کیا ہے؟ پھر ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ میں سمجھتا ہوں کہ شاہنواز صاحب کی بہت سی خدمات ہیں، کراچی یونیورسٹی اور بالخصوص اس اسلامی شعبے کی، اگر یہ شعبہ ان تمام نو، دس نکات پر الگ الگ مجلس مذاکرہ منعقد کرے تو شاید بہتر ہوگا۔

شاہنواز صاحب، جب سے آپ کونسل میں تشریف لائے ہیں تب سے میں نے اپنے ادارے کی جانب سے یہ ساری باتیں ان کے سامنے رکھ لی ہیں اور اگر میرے ساتھیوں نے میری رفاقت کی تو ان سب پر، انشاء اللہ، اسلامی نظریاتی کونسل کی آرا بھی آئیں گی۔ لیکن، ساتھیوں کی معاونت ساتھ ہو۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆

عطیہ اعضاء اور ان کی پیوندکاری۔۔۔ایک اجماعی فیصلہ

مفتی منیب الرحمن
چیئرمین رویت ہلال کمیٹی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً للہ عز و جل جل سبحانہ و تعالیٰ و مصلیاً و مسلماً علیٰ رسول اللہ و علیٰ آلہ الکرام و صحبہ العزام اجمعین و بعد

مولانا محمد خان شیرانی صاحب اور شیخ زاید اسلامک سینٹر کے ڈائریکٹر جناب پروفیسر ڈاکٹر نور احمد شاہتاز صاحب اور سندھ انسٹی ٹیوٹ آف یورولوجی اینڈ ٹرانسپلانٹیشن کے سربراہ جناب ڈاکٹر ادیب رضوی صاحب

جملہ مکرم، موقر اور محترم علمائے کرام، افاضل کرام، محققین عظام، اہل دانش، اہل فکر ونظر اور تمام علم دوست خواتین و حضرات، شرکائے محفل ....

یہاں ہمارے نہایت فاضل علامہ، مفتی محمد ابراہیم قادری صاحب نے گفتگو کی تھی،

کہ حضرت عرفجہ رضی اللہ تعالی عنہ کو چاندی کی ناک لگائی گئی، مگر وہ septic ہو گئی اور عفونت پیدا ہو گئی تو حضور ﷺ نے ان کو سونے کی ناک لگانے کی اجازت دی، کیونکہ سونا زنگ آلود نہیں ہوتا۔ اس پر (یہاں) کسی صاحب نے پرچا بھیجا کہ مردوں کے لیے سونا ناجائز قرار دیا گیا ہے، تو ناک کی اجازت کیسے ملی؟ تو، سونا مردوں کے لیے بطور زیور ناجائز ہے، لیکن بطور علاج یا ضرورت اس کی اجازت ہے، جیسے کہ سونے کے دانت کا بھی حوالہ مفتی صاحب نے دیا تھا۔

یہ بھی سوال کیا گیا کہ کیا غیر مسلم کو مسلم میت کے اعضاء عطیہ کیے جاسکتے ہیں؟

جب ہم جواز کی بات کریں گے تو دونوں جانب سے عطیہ ہوسکتا ہے، مسلم کا عضو غیر مسلم کو اور غیر مسلم کا عضو مسلم کو کیونکہ انسان کا عضو ناپاک نہیں ہوتا۔ کفر کے نجس ہونے کا جو معنوی حکم ہے وہ اس سے جدا ہے۔

دوسرا سوال ایک بزرگ، مفتی ڈاکٹر عمیر محمود صدیقی نے پوچھا کہ حربی کافر اور مرتد وغیرہ کے حوالے سے، کہ ان کے اعضاء سے پیوند کاری بلاشرائط جائز ہوسکتی ہے؟

کوئی بھی مباح الدم ہو، اس کا شرعی اعتبار سے مباح الدم ہونا ایک الگ مسئلہ ہے۔ اس کے اعضاء پر کسی نے نجاست کا حکم نہیں لگایا، لہٰذا ان کے اعضاء کی بھی پیوند کاری ہوسکتی ہے۔ یہ میری اور مفتی محمد ابراہیم قادری صاحب کی رائے ہے، کسی کی رائے اس کے برعکس ہو تو ابھی ادارے کی جانب سے اعلان کیا گیا ہے کہ آپ اپنی تحقیقات بعد میں لکھ کر ان کو دے سکتے ہیں۔

یہاں یہ مسئلہ بھی آیا کہ موت کیا ہے؟

اس حوالے سے یہ عرض کروں کہ انسان کا دماغ اور انسان کا دل یہ دو اعضائے رئیسہ ہیں۔ دماغ باقی سارے اعضاء پر حکمراں ہے، لیکن دل پر (وہ) حکمراں نہیں ہے۔ اللہ تعالی نے دل کو اس کی محکومی سے باہر رکھا ہے۔ اس لیے آپ نے دیکھا ہوگا کہ جب برین

ہمرج یا کسی حادثے کے نتیجے میں دماغ ماؤف ہو جائے تو انسان کے دیگر اعضاء اور ہوش کام نہیں کرتے مگر دل کام کر رہا ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حوالے سے دل پر دماغ کی حکمرانی نہیں ہے۔ ہاں، یہ مسئلہ کہ موت کسے کہتے ہیں؟ اس حوالے سے ڈاکٹرز نے جو ہمیں بتایا وہ یہ ہے کہ ہمارے دماغ کے پیچھے، نیچے ایک حصہ ہے جسے برین اسٹیم (Brain stem) کہتے ہیں اور یہ باقی وجود اور دماغ کے درمیان کمیونی کیشن کا مرکز ہے، یہ باقی وجود سے انفارمیشن لیتا ہے، دماغ کو ڈلیور کرتا ہے اور پھر دماغ سے اس کے بارے میں احکام جاری ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر ہماری آنکھ کے سامنے تنکا آیا تو اب ظاہر ہے کہ بعض اوقات یہ سیکنڈ یا fractions of second کا مسئلہ ہے، لیکن اللہ کے بنائے ہوئے میکنزم کا نظام یہ ہے کہ آنکھ سے سگنل برین کو جاتا ہے کہ یہ خطرہ سامنے آ رہا ہے، دماغ ہاتھ کو حکم دیتا ہے کہ آنکھ کے سامنے آ جاؤ اور پلکوں کو حکم دیتا ہے کہ بند ہو جاؤ۔ اس لیے برین اسٹیم کے بارے میں ہمارے ڈاکٹر صاحبان کہتے ہیں کہ جب (برین اسٹیم) مر جائے تو طبی موت واقع ہو جاتی ہے۔

ہمارے علامہ شیرانی صاحب نے فرمایا کہ عضو جب دیں گے تو وہ زندہ ہے یا مردہ۔ تو، ایک ہوتی ہے پورے وجود کی موت، پورے وجود کی طبی موت برین اسٹیم فیل ہونے سے واقع ہوتی ہے، لیکن ٹیکنکلی یا میڈیکلی متفرق اعضاء میں مختلف اوقات پر حیات یا صلاحیتِ حیات (پوٹینشل) رہتی ہے۔ اردو کے ایک شاعر گزرے ہیں چکبست، جو ایک شعر پر زندہ ہیں، کہ:

زندگی کیا ہے، عناصر میں ظہورِ ترتیب
موت کیا ہے، ان ہی اجزا کا پریشاں ہونا

تو یہ ڈاکٹر بتاتے ہیں کہ اعضاء الگ الگ ہیں، جب ان کے سیل اپنے مرکز سے disintegrate یا منتشر ہو جاتے ہیں تو پھر وہ عضو بھی مر جاتا ہے۔ لیکن ان کے

نزدیک کوئی 48 گھنٹے تک، کوئی 24 گھنٹے تک، کوئی 12 گھنٹے تک، اس میں صلاحیت حیات باقی رہتی ہے، اس لیے اس کو کسی دوسرے وجود کے ساتھ جوڑ کر استفادہ کیا جا سکتا ہے۔

ایک مسئلے کو علامہ محمد خان شیرانی نے حل فرمایا کہ لوگ سوال کرتے ہیں کہ کافر کا کوئی عضو مسلمان کو لگایا گیا یا مسلمان کا کافر کو لگایا گیا، تو جب بعد میں (کافر کو) عذاب دیا جائے گا یا کافر کا عضو مسلمان کو لگے گا تو وہ راحتوں میں رہے گا، تو ایک تو انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حوالے سے ان طیور کی مثال دی جن کو ذبح کر کے ان کے وجود کا قیمہ بنا دیا گیا، حکم ہوا، خذ اربعۃً من الطیر فصرھن الیک۔ پھر ان کو اپنے ساتھ مانوس کر لو، پھر ان کو پکارو، تو ان کے چاروں طرف بکھرے ہوئے اجزا mix کر کے، مخلوط کر کے منتشر کر دیے گئے ہیں، تو جب وہ اس کو اس نام سے بلائیں گے جس نام سے مانوس کیا تھا، تو وہ دوڑے چلے آئیں گے، یاتینک سعیا۔ اب ان کے متفرق اجزا جو مخلوط تھے، ان کو (ایک دوسرے سے) جدا ہونے میں اور ان کے وجود تشکیل دینے میں اللہ کی قدرت سے کوئی ٹائم نہیں لگے گا، ادھر بلاوا ہو گا، ادھر دوڑے چلے آئیں گے۔ اگر یہ ایک نبی کے معجزے کی صورت میں بتا دیا گیا ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی بارگاہ عالی سے اس طرح کا انتظام پیدا فرما دے گا کہ کسی مومن کا جزو کہیں اور چلا گیا ہے تو وہ اذیت عذاب میں مبتلا نہ ہو اور کسی کافر کے عضو سے مسلمانوں نے استفادہ کیا ہے تو میں کہوں گا کہ شاید اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ اسے بھی بچا لے۔

باقی، یہ آخرت کے فیصلے ہیں، ہمیں ان میں پڑنے کی اور مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں ہے، جس قدرت کے پاس ہیں وہ ہو گا۔

اس کے ساتھ ساتھ میں یہ بھی عرض کروں گا کہ جیسے پہلے بھی ایک بزرگ نے کہا تھا، انسان جب مبتلا ہوتا ہے تو اسے مصائب اور مشکلات کا اندازہ ہوتا ہے۔ میرے سامنے ایک مثال ہے، ہمارے بہت بڑے امام گزرے ہیں امام طحاوی شرح معانی الآثار کے

مصنف، وہ شافعی تھے، بڑے فقیہ اور عالم تھے۔ پھر ان کے سامنے فقہ شافعی کا یہ مسئلہ آیا کہ حاملہ عورت مر جائے اور اس کے رحم میں بچہ ذی حیات ہے تو اس کو operate کر کے نکالا نہیں جائے گا۔ اور فقہ حنفی میں یہ تھا کہ اس کو operate کر کے نکالا جائے گا۔ تو انہوں نے شافعیت کو ترک کر دیا اور حنفیت کو قبول کر لیا اور کہا کہ لا ارضیٰ بمذھب یرضیٰ بموتی۔ کہ میں اس مذہب کو کیسے پسند کروں؟ جو میری موت کو پسند کرتا ہے۔ یعنی اگر میری ماں کا آپریشن نہ ہوا ہوتا تو میں اس دنیا میں نہ آیا ہوتا۔ اس حوالے سے یہ ہے کہ انسان مبتلا ہوتا ہے تو یہ مسائل اس کے سامنے آتے ہیں۔

باتیں ساری بیان کر دی گئی ہیں، ایک بات یہ عرض کر دوں۔ جیسے ہمارے علامہ محمد صدیق ہزاروی صاحب نے حوالہ دیا کہ 20 سال پہلے ایک سیمینار انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی میں ہوا تھا اور اس میں، میں بھی حاضر تھا، حضرت نے مقالہ پڑھا، ایک سیشن کی صدارت انہوں نے مجھے تفویض کر دی۔ اس میں یہ آراتھیں اور اصول دین کی روشنی میں ہمیں تحفظات تھے، لیکن میں نے یہ کہا تھا کہ اس کا دروازہ کھلا رہنا چاہیے، ہوسکتا ہے کہ آگے چل کر ہمیں اپنے موقف پر نظر ثانی کی ضرورت پیش آئے۔ 2001ء سے 2004ء کے دوران جب ہم (اسلامی) نظریاتی کونسل میں تھے اور مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب بھی تھے، اصولی طور پر تو موقف ان کا بھی یہی تھا، لیکن پھر ہم نے غور کر کے طے کیا کہ وہ اعضاء جن پر کسی کی بقائے حیات منحصر ہے، ان کی وصیت کرنا یا ان کا ہبہ کرنا جائز ہے۔ پھر ہم نے باقاعدہ ایک آرڈیننس ڈرافٹ کر کے، اس وقت جنرل پرویز مشرف صاحب کی حکومت تھی، حکومت کو دیا تھا اور وہ گورنمنٹ کے مردہ خانے میں عرصے تک پڑا ہوا تھا لیکن پھر شاید 2012ء میں یا 2013ء میں اس پر باقاعدہ قانون سازی ہوئی ہے۔ تو یہ بنیادی بات ہے۔

میں یہ عرض کروں گا کہ اجماع جسے consensus کہتے ہیں، کے بارے میں شروع سے یہ بات ہوئی کہ آیا اجماع کلی قطعی ممکن بھی ہے یا نہیں ہے؟ اگر ہم دیکھیں تو اب

ہمارے دور میں عادتاً تو یہ ممکن نہیں ہے اور اختلاف رائے ہوتا رہے گا۔ اس لیے فیصلے اجماع اکثری پر ہوں گے، جس میں انسانیت کا مفاد ہوگا۔ ایک حدیث کا یہاں ذکر ہوا، میں بھی جب پہلے سنتا تھا تو یہ پڑھتا تھا کہ خیر الناس من ینفع الناس۔ کہ انسانیت میں بہترین وہ جو انسانیت کے لیے نفع رساں ہو۔ میں یہ سنتا تھا کہ یہ نفع رسانی فی نفسہ مفید ہے، لیکن اس بنا پر وہ خیر الناس تمام انسانیت سے بہتر کیسے ہو جائے گا؟ پھر میں ایک فتویٰ لکھ رہا تھا تو میں نے سوچا کہ حدیث کو اپنے ماخذ سے تلاش کروں، تو حدیث یہ ملی کہ خیر الناس انفعھم للناس۔ کہ بہترین انسان وہ ہے جس کی ذات سے انسانیت کو سب سے زیادہ نفع پہنچے۔ تو ظاہر ہے کہ جو عالم انسانیت کے لیے سب سے زیادہ نفع بخش ہو، اسے ہی سب سے بہتر ہونا چاہیے اور پھر بتدریج جس درجے کی نفع رسانی ہو اس درجے کی خیر اس کی طرف منسوب کرنی چاہیے۔

دوسرا ایک سوال بھی آیا تھا، تو میں اپنا opinion دے دیتا ہوں۔ بعض اوقات ایک مریض زندگی کے آخری مرحلے میں ہے اور ڈاکٹر کا ظن غالب ہوتا ہے کہ ventilator ہٹا دیا جائے تو آدھ گھنٹے میں یا کم وقت میں اس کی موت واقع ہو جائے گی، لیکن اس کو ventilator پر ڈال کر اور اذیت میں رکھا جاتا ہے۔ یعنی کسی شعوری حیات کا علمی، طبی دنیا میں اس کا ان کے نزدیک امکان نہیں ہوتا۔ اسی کانفرنس کے زمانے میں شفا اسپتال میں لے جایا گیا اور ڈاکٹر نے مجھے بتایا کہ فرض کریں ventilator اور ایک شخص کو لگا ہوا ہے اور ہمیں یقین ہے کہ ہٹا دیں تو اس کی موت یقینی ہے، وہ کوئی منفعت زندگی نہیں گزار سکتا۔ اس کے مقابلے میں ایک نوجوان لایا گیا ہے، جس کا ایکسڈنٹ ہو گیا اور اس کو اگر ہم ventilator لگا دیں تو وہ بحال ہو جائے گا اور پھر منفعت بخش زندگی گزار سکے گا۔ تو ہم اس ventilator کو یہاں سے ہٹا کر وہاں لگا لیں؟ تو میں نے کہا کہ علاج سنت ہے، علاج کرنا چاہیے، لیکن شریعت نے ہمیں اس کا مکلف نہیں کیا کہ ہم اذیت میں ڈال کر آلات کے ذریعے اس کو ضرور زندہ رکھیں، اس لیے آپ یہ کر سکتے ہیں۔ اس لیے میری رائے یہ

ہے، باقی یہ سارے علما ہیں۔ آج مجھے خوشی ہوئی کہ بنوری ٹاؤن سے یہاں علما آئے ہیں، مولانا امداد اللہ اور ان کے ساتھی۔ یہ اس ادارے اور اس سینٹر کا اعزاز ہے کہ ہر مکتب فکر کے علماء کو یہاں اس اہم مسئلہ پر جمع کیا ہے۔

علما کو بھی اپنے عصر کے، وقت کے جو تقاضے ہیں، جس میں انسانیت کی صلاح اور فلاح اور انسانیت کی خیر ہے، اگر اس کے لیے شریعت میں، قرآن وسنت میں، دین میں، کسی ادنیٰ درجے میں بھی کوئی گنجائش ہے تو انسانیت کے لیے ان کی راہوں کو کھولنا چاہیے۔ اور اسی لیے ایک آیت مفتی صاحب نے پڑھی تھی، فمن اضطر ۔۔۔ تو قرآن میں اضطرار کا بھی ذکر ہے، حرج کا بھی ذکر ہے۔ یہ بھی فرمایا کہ یسروا ولا تعسروا۔ دین کو آسان کر کے پیش کرو، مشکل کر کے پیش نہ کرو۔ بشروا ولا تنفروا۔ لوگوں کو بشارت دو، دین کے بارے میں لوگوں میں تنفر پیدا نہ کرو۔ انما بعثت میسرین۔ تمھیں راحتیں فراہم کرنے والا بنا کر بھیجا گیا ہے۔ تو وقت آ گیا ہے کہ علما کو توسع پیدا کرنی چاہیے۔

میں کہتا ہوں کہ ہمارے ہاں آفت یہ نازل ہوئی ہے کہ دلیل اور استدلال سے بات کرنے اور اپنی بات منوانے اور دوسرے کی بات سننے کے بجائے بندوق کی گولی سے حق اور باطل کا فیصلہ کرنے کا کلچر یہاں پروان چڑھا تو اس سے فساد پیدا ہوا، اس کلچر کو ختم ہونا چاہیے۔ علمی وفقہی کلچر کو، جس کی شریعت میں گنجائش ہے، کہ دلیل اور استدلال سے اپنی بات کریں، دلیل اور استدلال سے فریق مقابل یا مخالف کی بات سنیں۔ اگر اس میں اپیل ہو، تو آپ کی دیانت یہ سمجھتی ہے تو قبول کریں، اگر نہ ہو تو آپ کو حق ہے کہ اپنی رائے پر قائم رہیں، لیکن دوسرے کو بھی یہ حق دیں کہ اگر وہ شرح صدر کے ساتھ اپنے دلائل کے ساتھ اپنی رائے پر قائم رہنا چاہتا ہے تو وہ رہ سکتا ہے، بشرطیکہ اختلاف جائز اور ناجائز کا ہو، جیسے ہمارے ہاں ہوتا ہے کہ good کے مقابلے میں better اور پھر better کے مقابلے میں best ہوتا ہے، تو ان درجات میں ہو۔ ہاں! جہاں پر حق اور باطل کا ہو تو ظاہر ہے کہ

باطل دوئی پسند ہے، حق لا شریک ہے
شرکتِ میانۂ حق و باطل نہ کر قبول

باطل پر compromise نہیں ہوگا، لیکن حق کے paradigm میں اور اس کے دائرۂ کار میں جہاں جہاں گنجائش ہے، تو اس میں علما میں adjustability اور تطابق اور تفاہم کا جذبہ ہونا چاہیے۔

شیخ زاید اسلامک سینٹر اور سندھ انسٹیٹیوٹ آف یورولوجی اینڈ ٹرانسپلانٹیشن SIUT کے تعاون سے آج یہاں جو علمی exercise اور کاوش کی گئی ہے، میں اس کی تحسین کرتا ہوں اور اس کی مکمل تائید وحمایت کرتا ہوں۔ میرے نزدیک SIUT ایک آئیڈیل اور مثالی ادارہ ہے۔ اہلِ خیر کو اس کے ساتھ تعاون کرنا چاہیے اور جو اہلِ علم ہیں ان کو اس سلسلے میں اخلاقی سپورٹ کرنی چاہیے۔

آپ سب حضرات کا شکریہ۔ اللہ تعالیٰ اس سیمینار کو، اس کے مقاصدِ خیر میں کامیابی عطا فرمائے اور منتظمین کو اللہ تبارک وتعالیٰ اس کارِ خیر پر اجرِ جزیل عطا فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین
وما علی الا البلاغ المبین

☆☆☆

باب دوم
اعضاء کی منتقلی کے بارے میں تفصیلات

اعضاء کی پیوندکاری
(Organ Transplantation)

صحت کے شعبے سے وابستہ افراد شب و روز مریضوں کو علاج فراہم کر کے ان کی تکالیف دور کرنے میں ہمیشہ مصروف عمل رہتے ہیں۔ کسی بھی معالج کے لئے بیماری کی تشخیص اور علاج اس کی اولین ذمہ داری ہوتی ہے۔ ہر صحت مند ہو جانے والا مریض طبّی خدمات حاصل کر کے خوشی سے ہمکنار ہوتا ہے یہ ایک ایسا ذریعہ ہے جس سے صحت کے شعبے سے منسلک پیشہ ورانہ خدمات انجام دینے والے افراد کی حوصلہ افزائی ہوتی رہتی ہے۔ بعض اوقات تمام ترطبّی کوششوں کے باوجود مریضوں کے اعضاء ناکارہ ہو جاتے ہیں۔ ماضی میں بیماری کے اس مرحلے کو زندگی کا اختتام سمجھا جاتا تھا مگر اب ایسا نہیں ہے۔

اعضاء کی پیوندکاری نے علاج کے تصور کو یکسر بدل کر رکھ دیا ہے۔ اب یہ کہنا بالکل درست ہے کہ اعضاء کی پیوندکاری کے ذریعے نہ صرف زندگی بچائی جاسکتی ہے بلکہ بڑی حد تک معمول کے مطابق زندگی گزارنا بھی ممکن ہوتا جا رہا ہے۔

اس طریقہ علاج میں جس چیز کی سب سے زیادہ اہمیت ہے وہ اعضاء کی دستیابی ہے۔ چنانچہ آج یہ ممکن ہے صرف ایک شخص کے اپنے اعضاء عطیہ کرنے کی وصیت سے دیگر آٹھ افراد کی زندگیاں بچائی جاسکتی ہیں۔ اس عطیہ کو تحفہ زندگی کے طور پر ایک باقاعدہ نظام کی صورت میں نافذ کرنے کی وجہ سے صحت کے شعبے کی خدمات میں بے حد اضافہ ہوا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہمیں اس نظام کے بارے میں آگاہی حاصل کرنا ہوگی۔ اور اعضاء کے عطیے کے عمل کو ملکی سطح پر فروغ دینا ہوگا۔

آئیں پہلے یہ جاننے کی کوشش کرتے ہیں کہ اعضاء کی پیوندکاری (Organ

(Transplantation) کیا ہے؟ یہ ایک ایسا طریقہ علاج ہے جس میں کسی عضو کو ایک شخص سے دوسرے شخص میں منتقل کیا جاتا ہے، تاکہ اس شخص کی جان بچائی جا سکے جس کا کوئی عضو ناکارہ ہو کر اپنا کلیدی کام کرنا چھوڑ چکا ہو۔ ظاہر ہے کہ یہ صرف اسی صورت میں ممکن ہے جب اس مقصد کے لئے اعضاء کے عطیات باقاعدگی سے دیئے جا رہے ہوں۔

اعضاء کے عطیہ کی دو بڑی قسمیں ہیں۔

1- دورانِ زندگی عضو کا عطیہ

2- بعد از مرگ عضو کا عطیہ

☆ دورانِ زندگی عضو کا عطیہ

زندگی میں عطیہ دینے والے افراد اہلِ خانہ ہوتے ہیں مثلاً والدین، بیٹا، بیٹی، بھائی، بہن و دیگر براہ راست رشتہ دار اور میاں یا بیوی وغیرہ۔

دورانِ زندگی جن مختلف ٹشو یا عضو کا عطیہ دیا جا سکتا ہے ان میں سے چند یہ ہیں:
خون، ہڈی کا گودا، ایک گردہ، جگر کا کچھ حصہ، جلد اور پھیپھڑے کا حصہ بھی عطیہ کیا جا سکتا ہے۔

☆ بعد از مرگ عضو کا عطیہ

انتقال کے بعد عطیہ اعضاء سے مراد کسی بھی عاقل و بالغ شخص کی طرف سے وصیت یا اس رضامندی کو واضح کرتا ہے کہ انتقال کے بعد اس کے جسمانی اعضاء کو کسی دوسرے شخص کے جسم میں منتقل کرنے کی غرض سے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ یہ ایک مسلمہ طبی طریقہ کار ہے۔ یہ عمل نہ صرف قانونی، اخلاقی اور سماجی اعتبار سے انتہائی اعلیٰ ہے بلکہ یہ ایثار، فراخدلی اور انسان دوستی کا بہترین جذبہ بھی تصور کیا جاتا ہے۔

اس سلسلے میں پہلا قدم فیصلہ کرنا اور ڈونر کارڈ پُر کرنا ہے۔ اس ضمن میں یہ بہت

ضروری ہے کہ اپنی خواہش اور فیصلے سے اپنے قریبی عزیزوں اور رشتہ داروں کو بھی آگاہ کریں۔

اعضاء کا عطیہ دینے کی خواہش کے اظہار کے باوجود 100 میں سے صرف ایک فرد ایسا خوش قسمت ہوتا ہے جو بعد از مرگ اعضاء کا عطیہ دینے کا اہل قرار پاتا ہے۔اس کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ جب کوئی شخص اپنے گھر میں طبعی موت مرتا ہے تو اس کے خون کے جم جانے کی وجہ سے اعضاء محفوظ نہیں کیے جا سکتے ایسے اعضاء ناکارہ ہو جاتے ہیں اور کسی منتقلی کے قابل نہیں رہتے۔

دوسری جانب اگر کوئی شخص کسی حادثے کا شکار ہو کر ہسپتال لایا جائے اور اسے مصنوعی سانس کی مشین (Ventilator) پر رکھا جائے اور اس حالت میں اس کی دماغی موت (Brain Death) واقع ہو جائے تو ایسے شخص کے اعضاء محفوظ کیے جا سکتے ہیں اور وہ افراد جو اعضاء کے ناکارہ ہونے کی وجہ سے زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا ہوتے ہیں، ان کی زندگیاں بچانے کے لئے استعمال کیے جا سکتے ہیں۔

جن اعضاء کا عطیہ بعد از مرگ دیا جا سکتا ہے ان میں گردے، دل، جگر، پھیپھڑے، لبلبہ اور آنتیں شامل ہیں۔اس ضمن میں یہ جاننا بھی اہمیت کا حامل ہے کہ دماغی موت کیا ہے؟

جب کسی شخص کے سانس کو خودکار طریقے سے کنٹرول کرنے والا دماغ کا حصہ (Brain Stem) برین اسٹیم کام کرنا بند کر دیتا ہے، تو متعلقہ شخص مردہ قرار پاتا ہے، اسے دماغی موت کہا جاتا ہے۔

اگر دماغی موت کے وقت مریض مصنوعی سانس کی مشین پر ہو اور اس کے دل کی دھڑکن اور سانس کو مصنوعی طریقے سے کچھ دیر کے لئے مزید قائم رکھا جائے اور اس مرنے والے شخص نے اپنی زندگی میں اعضاء کے عطیہ کی خواہش کا اظہار کیا ہو، مزید برآں ایسے شخص کے لواحقین کی طرف سے بھی اجازت ہو تو ایسے شخص کے اعضاء پیوندکاری کی غرض

سے استعمال کئے جاسکتے ہیں۔ اس طرح یہ عطیہ دینے والا شخص کئی مریضوں کو نئی زندگی کا تحفہ دے سکتا ہے۔

انتہائی نگہداشت کے تجربہ کار طبی ماہرین، ماہرین امراضِ دماغ اور بے ہوشی کے ماہرین دماغی موت کا سرٹیفکیٹ دینے کے اہل ہوتے ہیں۔ یہ مریض کا معائنہ کرنے کے بعد 6 سے 48 گھنٹے کے دوران مختلف مواقع پر دماغ کے ٹیسٹ کی بنیاد پر موت کا حتمی سرٹیفکیٹ جاری کرتے ہیں۔

موت زندگی کی ابدی حقیقت ہے اور ہم سب اس سے واقف ہیں۔

دماغی موت اس سے کچھ مختلف نہیں۔ اب ہوا صرف یہ ہے کہ طب کے شعبے کی شب و روز بڑھتی ہوئی معلومات اور بے پایاں تکنیکی صلاحیت کی بدولت اس کے بارے میں ہم اس دور میں زیادہ بہتر معلومات رکھتے ہیں۔ موت واقع ہونے کی یہ صورت برین اسٹیم کے مردہ ہوجانے کی وجہ سے ہوتی ہے۔ اس صورتحال کے بعد دل کی حرکت اور سانس کے نظام کا از خود چلنا ممکن نہیں رہتا۔ دماغی موت کا تعین ٹھوس اصولوں کی بنیاد پر کیا جاتا ہے۔ معالج کی جانب سے لواحقین کو موت کی اطلاع واضح، انتہائی محتاط اور حساس انداز میں دینا طبی اخلاقیات کی پیشہ ورانہ ذمہ داری سمجھی جاتی ہے۔ یہ عموماً ایسا وقت ہوتا ہے جب طبی عملے کا مریض اور مریض کے گھر والوں سے اعتماد کا موثر رشتہ قائم ہو چکا ہوتا ہے اور لواحقین پر بھی یہ امر واضح ہو چکا ہوتا ہے کہ مریض کی جان بچانے کی ہر ممکنہ کوشش کی جاچکی ہے اور اب مصنوعی سانس کی مشین (Ventilator) ہی کے ذریعے سانس جاری رکھنے کا کام کیا جارہا ہے، لیکن درحقیقت مریض انتقال کر چکا ہے۔

یہ وہ نازک مرحلہ ہوتا ہے جس میں اعضاء کے عطیہ کی اہمیت اور ضرورت کو واضح کیا جاسکتا ہے۔ اس سلسلے میں ورثاء کو یہ تاثر دیئے بغیر کہ انہیں عطیہ کے لئے مجبور کیا جارہا ہے اعضاء کے عطیہ کے متعلق گفتگو کی جاسکتی ہے اور اگر اجازت مل جائے تو یہ جاں بخش ہونے

والا شخص کئی جانیں بچانے کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

ایک اندازے کے مطابق پاکستان میں ہر سال تقریباً ایک لاکھ افراد اعضاء کے ناکارہ ہونے کی وجہ سے زندگی سے محروم ہو جاتے ہیں۔ اس میں جگر کی خرابی کے پچاس ہزار گردے ناکارہ ہونے والے پچیس ہزار اور دل کے دس ہزار مریض شامل ہیں۔ زیادہ تر اموات کی وجہ اعضاء کی عدم دستیابی ہے۔ ان قیمتی جانوں کو بعد از مرگ عطیہ شدہ اعضاء سے بچایا جا سکتا ہے۔ اس قومی خدمت کو ادا کرنے کے لئے معاشرے کے تمام طبقات کو مل کر جدوجہد کرنا ہوگی اور اپنا کردار ادا کرنا ہوگا تاکہ اعضاء کے عطیے کے کلچر کو فروغ دیا جا سکے۔

☆☆☆

ٹرانسپلانٹیشن (منتقلیٔ اعضاء) کی تاریخ

ٹرانسپلانٹیشن یا منتقلیٔ اعضاء تاریخ کا ایک منظم سفر ہے جو یہ بتاتا ہے کہ کس طرح ماہرین طب نے انسانی جسم کی ساخت اور نظام کو سمجھا اور مستقل جدو جہد کو جاری رکھا تا کہ نہ صرف بیماریوں کے خلاف نبرد آزما ہوا جا سکے بلکہ موت جیسی ابدی حقیقت کو مزید سمجھا جائے۔ اعضاء عطیہ کرنے والے انسان کی سخاوت اور اعضاء لگوانے والے کی ہمت وہ دو عوامل ہیں جنھوں نے طبی ماہرین کی کاوشوں کے ساتھ ساتھ اس عمل کو کامیاب بنایا۔

اس عمل کی ضرورت کو سہولیات اور ایجادات کے نہ ہونے کے باوجود صدیوں پہلے ہی محسوس کر لیا گیا تھا۔ گزشتہ دہائیوں میں تو علم طب کی ترقی ہمیں اس مقام پر لے آئی ہے کہ جہاں ہم کسی انسان کی اس طرح سے مدد کر سکتے ہیں کہ جو پچھلی نسلوں کے لئے ممکن نہیں تھا۔

دنیا میں سب سے پہلے 1840ء میں لندن میں ایک انسان کا خون نکال کر دوسرے انسان میں کامیابی سے منتقل کیا گیا۔ اس کے بعد 1868ء میں روس میں ہڈی کا پہلا ٹرانسپلانٹ ہوا۔

منتقلیٔ اعضاء یا ٹرانسپلانٹیشن کا عمل تیزی سے ترقی کرتا رہا۔ 1905ء میں زیورچ

ریپبلک کے ڈاکٹر ایڈورڈ زرم (Eduard Zirm) نے قرنیہ کی کامیاب پیوندکاری کر کے ہزاروں نابینا افراد کو اس خوبصورت دنیا کی دید کے لطف سے آشنا کیا۔ 1908ء میں سوئٹزر لینڈ میں جلد کی کامیاب پیوندکاری ہوئی۔

1933ء میں روس میں دو مختلف بلڈ گروپ کے انسانوں میں پہلی مرتبہ گردوں کی پیوندکاری کی گئی۔ اسی طرح 1954ء میں امریکا کے ڈاکٹر رچرڈ لاور (Richard H. Lawler) نے پہلی مرتبہ گردے کی کامیاب پیوندکاری کی۔ وقت کے ساتھ ساتھ یہ عمل صرف گردوں کی تبدیلی تک محدود نہیں رہا بلکہ دیگر اعضاء کی پیوندکاری بھی عمل میں لائی گئی۔ مثلاً 1966ء میں ڈاکٹر رچرڈ لی (Richard Lillehei) اور ولیم کیلی (William Kelly) نے امریکا میں لبلبے کی کامیاب پیوندکاری کی جو ذیابیطس کے مرض سے نجات کا باعث بنا۔

اس کے بعد 1967ء میں ساؤتھ افریقا کے ڈاکٹر کرسچن برنارڈ (Christian Barnard) نے پہلی مرتبہ دل کی پیوندکاری کی، اسی سال ڈاکٹر تھامس اسٹارل (Thomas Starzl) نے امریکا میں پہلی مرتبہ جگر کی منتقلی کے ذریعے طب کی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ کیا۔

عضو کی کامیاب پیوندکاری کے بعد طب کے ماہرین کا اعتماد اور حوصلہ بڑھتا گیا۔ بالآخر 1981ء میں امریکا میں دو اعضاء یعنی دل اور پھیپھڑے ایک ساتھ تبدیل کیے گئے۔ 1992ء میں امریکہ کی UNIVERSITY OF ILLINOIS میں گردے اور لبلبے کی ایک ساتھ کامیاب پیوندکاری کی۔

جیسا کہ ابتداء میں بتایا گیا کہ کسی بھی عضو کی (سوائے دماغ کے) تبدیلی ممکن ہے۔ 1998ء میں فرانس کے ڈاکٹر جین مشل ڈیوبرنارڈ (Dr. Michel-Jean Dubernard) نے ہاتھ کی کامیاب پیوندکاری کی اور 1999ء میں امریکا کے انگوٹھی

اٹالا (Anthony Atala) نے پہلی مرتبہ مثانے کی تبدیلی کو ممکن بنایا۔

مختلف ادویات اور ایجادات کے باعث تبدیلی اعضاء کے عمل میں تیزی سے ترقی ہوتی گئی۔ 2004ء میں USA میں پہلی مرتبہ چھوٹی آنت اور جگر کی ایک ساتھ تبدیلی عمل میں لائی گئی۔

2006ء میں امریکا میں پہلی مرتبہ جبڑے اور ہڈی کے گودے کی کامیاب پیوندکاری کی گئی جبکہ 2008ء میں جرمنی کے ایڈ گر بیمر (Edgar Biemer)، کرسٹوف ہونگ (Christoph Hohnke)، مینفرڈ سٹینگل (Manfred Stangl) نے پہلی بار دو بازوؤں کی پیوندکاری کی اور اسی سال ڈاکٹر ماریہ سیمینو (Maria Siemionow) نے امریکا میں پہلی مرتبہ چہرے کی تبدیلی کر کے جراحی کے شعبے کو نئی راہ پر گامزن کیا۔

☆☆☆

عالمی سطح پر اعضاء کی پیوندکاری اور عطیۂ اعضاء

اعضاء کی پیوندکاری جدید طبی سائنس کا وہ کارنامہ ہے جس نے علاج کی نئی جہت اور سمت کو متعارف کرا کے انسانی زندگی میں انقلاب برپا کر دیا۔ یہ ایک مستند طریقہء علاج ہے جس میں ناکارہ اعضاء کی جگہ صحتمند اعضاء کی پیوندکاری کر کے بیماری سے صحت یابی ممکن ہوئی۔

اس طریقہء علاج کے ذریعے مریض کو نہ صرف نئی زندگی ملتی ہے بلکہ اس کا معیارِ زندگی بھی بہتر ہو جاتا ہے۔ گزشتہ کئی برسوں سے اس طریقہء علاج کی کامیابی میں بتدریج اضافہ ہو رہا ہے۔

دنیا کے تمام ترقی یافتہ اور ترقی پذیر ممالک میں اعضاء کی پیوندکاری ایک مربوط نظام کی صورت میں نافذ العمل ہے۔ اسی وجہ سے اعضاء کی پیوندکاری اور عطیہء اعضاء کی شرح میں اضافہ ہوا ہے۔

عالمی ادارۂ صحت کے تعاون سے اعضاء کی پیوندکاری اور عطیہء اعضاء کی عالمی تنظیم

(Global Observatory on Donation and Transplantation
GODT) بنائی گئی ہے۔ اس کا کام حکومتوں کے شعبہ صحت اور عوام الناس کے درمیان رابطے کے فرائض انجام دینے کے ساتھ ساتھ عطیہ اعضاء کے اعداد و شمار اور پیوندکاری کے طریقہ علاج کے متعلق معلومات فراہم کرنا اور اس سلسلے میں قانونی چارہ جوئی کرنا بھی اس کے نصب العین میں شامل ہے۔

GODT کے اعداد و شمار کے مطابق 2013ء میں دنیا بھر میں 118,127 اعضاء کی پیوندکاری کی گئی جو 2012ء کے مقابلے میں 2.98% زیادہ تھی۔ ان میں جگر کی پیوندکاری کے 25,050 اور گردوں کی پیوندکاری کے 79,325 آپریشن شامل تھے۔ بعد از مرگ عطیہ جگر سے کئے گئے آپریشن کا تناسب 80 فیصد اور بعد از مرگ عطیہ گردے کا تناسب 58.1 فیصد رہا۔

ان میں 6,270 دل، 4,834 پھیپھڑے، 2,474 لبلبہ اور 174 چھوٹی آنت کی پیوندکاری کے آپریشن شامل تھے۔ یہ واضح ہوتا ہے کہ یہ طریقہ علاج اعضاء ناکارہ ہونے والے مریضوں کی جان بچانے کا واحد طریقہ ہے۔

دنیا کے وہ ممالک جو اس ٹیکنالوجی میں سرفہرست ہیں اُن میں ناروے، امریکہ، اسپین، آسٹریلیا اور بیلجیئم شامل ہیں۔

اسپین، مالٹا اور کروشیا وہ تین ممالک ہیں جہاں بعد از مرگ عطیہ اعضاء کی شرح سب سے زیادہ ہے۔ اعضاء کی پیوندکاری کی شرح کے بڑھنے کے باوجود یہ امر قابل توجہ ہے کہ اب بھی پیوندکاری کی ضرورت کو صرف 10 فیصد تک ہی پورا کیا جاسکا ہے۔ عالمی سطح پر اب بھی 90 فیصد مریض اس سہولت سے محروم ہیں۔

☆☆☆

اعضاء کی پیوند کاری اور مسلم ممالک

جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے کہ اعضاء کی پیوند کاری، ایک نہایت کامیاب طریقہ علاج ہے جس کے ذریعے نہ صرف انسانی زندگیاں بچائی جا رہی ہیں بلکہ ان سے مریضوں کا معیار زندگی بھی بہتر ہو جاتا ہے۔ اس طرح مریض معمول کی زندگی گزار سکتا ہے، اپنے روزمرہ کے معمولات کو بخوبی ادا کر سکتا ہے اور معاشرے کا ایک کارآمد فرد بن سکتا ہے۔

اعضاء کی پیوند کاری کے سلسلے میں مسلم ممالک بھی کسی سے پیچھے نہیں ہیں۔ مسلم ممالک میں نہ صرف اعضاء کی پیوند کاری کامیابی سے جاری ہے بلکہ عطیہ اعضاء کا تناسب بھی بڑھ رہا ہے۔ مسلم ممالک میں ٹرانسپلانٹ کا پہلا کامیاب آپریشن 1968ء میں شیراز (ایران) میں کیا گیا۔

GODT کے 2013ء کے اعداد و شمار کے مطابق اعضاء کی پیوند کاری کرنے والے پچاس سرفہرست ممالک میں ترکی، سعودی عرب، ایران، اردن، لبنان، مصر، لیبیا، اور

کویت شامل ہیں، جبکہ بعد از مرگ اعضاء کے عطیات ایران، ترکی، کویت، سعودی عرب، قطر، لبنان اور ملائیشیا میں بڑی تعداد میں دیے جاتے ہیں۔

1987ء میں ترکی کے پروفیسر مہمت ہبرال نے مشرق وسطی سوسائٹی برائے عطیہء اعضاء (Middle East Society for Organ Transplantation) کی بنیاد رکھی، جو 1988ء سے ایک بین الاقوامی سائنٹیفک سوسائٹی کے طور پر کام کر رہی ہے۔ MESOT کے ممبر ممالک میں الجیریا، پاکستان، آذربائیجان، فلسطین، بحرین، قطر، مصر، سائپرس، عراق، سعودی عرب، ایران، شام، اردن، تیونس، کویت، ترکی، لبنان، یوکرین، لیبیا، متحدہ عرب امارات، مراکش، یمن اور عمان شامل ہیں۔

مندرجہ بالا تمام مسلم ممالک میں بعد از مرگ عطیہء اعضاء کے متعلق قوانین موجود ہیں۔ ان تمام مسلم ممالک میں اعضاء کی پیوندکاری کی سرپرستی حکومتی سطح پر ہوتی ہے اور جس میں طبی شعبے سے متعلق اعلی تربیت یافتہ اور پیشہ ورانہ صلاحیتوں کی حامل ٹیمیں تشکیل دی جاتی ہیں۔

مسلم ممالک میں طبی اخلاقیات کے حوالے سے بھی قانون سازی ہوئی ہے۔ ایسی کمیٹیوں کا وجود قانونی طور پر درست ٹرانسپلانٹ کی ضمانت ہے۔ 2012ء میں مسلم ممالک میں مجموعی طور پر گردے کے 7,990 جگر کے 1,682، لبلبے کے 303، دل کے 163 اور پھیپھڑے کے 52 پیوندکاری کے کامیاب آپریشن کیے گئے۔

ترکی، سعودی عرب، ایران، لبنان، کویت اور ملائیشیا وہ قابل ذکر مسلم ممالک ہیں جہاں بعد از مرگ اعضاء کے عطیے کی شرح نہ صرف بلند ترین ہے بلکہ بتدریج بڑھ رہی ہے۔

ترکی

ترکی کے ڈاکٹر کمال بیزاو (Kemal Beyazit) نے 22 نومبر 1968ء کو دل کا پہلا کامیاب ٹرانسپلانٹ کیا۔ ڈاکٹر مہمت ہبرال (Mehmet Haberal) نے

3 نومبر 1975ء کو ترکی میں گردے کا پہلا ٹرانسپلانٹ کرنے کے بعد 27 جولائی 1979 کو بعد از مرگ عطیہ کئے گئے گردے کا ٹرانسپلانٹ بھی کیا جس سے ترکی میں اس طریقہ علاج کو فروغ حاصل ہوا۔ جگر کے پہلے ٹرانسپلانٹ کرنے کا سہرا بھی انہی کے حصے میں آیا۔ انہوں نے یہ کارنامہ 8 دسمبر 1988 کو سرانجام دیا۔ اسی طرح نومبر 1989 میں ڈاکٹر فہرتین اپرسان (Fahrettin Alparslan) نے لبلبے کا کامیاب ٹرانسپلانٹ کر کے شہرت کی بلندیوں کو چھو لیا۔ ترکی ہی میں ڈاکٹر ہیبرال کی ٹیم نے ایک ہی مریض میں بیک وقت جگر اور گردے کا ٹرانسپلانٹ کر کے پوری دنیا کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا۔ اس طرح کے آپریشن کئی ممالک میں چند مخصوص موروثی بیماریوں میں باقاعدگی سے کئے جا رہے ہیں۔

ترکی میں ''پہلا قانونی مسودہ برائے پیوندکاری اور عطیہ اعضاء'' 1979 میں پیش کیا گیا یہ دنیا میں اپنی نوعیت کا دوسرا واقعہ تھا جب اعضاء کی پیوندکاری کے ضمن میں قانون سازی کی گئی۔ اس قانون کی رو سے اعضاء کی ہر قسم کی خرید و فروخت کو قابل جرم قرار دیتے ہوئے بعد از مرگ عطیہ اعضاء کی حوصلہ افزائی کی گئی۔ تین سال بعد اسے باقاعدہ قانون کی شکل دیتے ہوئے پیوندکاری کی غرض سے اعضاء کے عطیہ کو ایک مستقل نظام کی صورت میں نافذ کیا گیا۔ اسی دوران 1980 میں ترکی کی وزارت مذہبی امور کے تحت مقتدر علماء کی کونسل نے اعضاء کے عطیہ کو اسلامی تعلیمات کے عین مطابق قرار دیا۔ یہ فتویٰ پوری مسلم امہ کے لئے سنگ میل ثابت ہوا ہے۔

1990 میں ترکش ٹرانسپلانٹ سوسائٹی کا قیام عمل میں آیا۔ اب ترکی میں گردے کی پیوندکاری کے 55 اور جگر کے ٹرانسپلانٹ کے 30 سینٹرز مصروف عمل ہیں۔ جبکہ 13 سینٹرز دل اور پھیپھڑے کے ٹرانسپلانٹ کرنے کے لئے مختص ہیں۔ 2010 میں ترکی عالمی سطح پر اعضاء کی پیوندکاری کرنے والا تیسرا بڑا ملک قرار پایا۔ ترکی میں 2009 سے 2014 کے دوران مجموعی طور پر 23,027 ٹرانسپلانٹ کیئے گئے۔ ٹرانسپلانٹ کی یہ بڑی تعداد بعد از

مرگ عطیہ اعضاء کے ذریعے ہی ممکن ہوئی۔ مسلم ممالک میں ترکی اس اعتبار سے بھی منفرد مقام رکھتا ہے کہ وہاں بوقت ضرورت ہر شہری کو پیوندکاری کی سہولت میسر ہے۔

سعودی عرب

سعودی عرب میں اعضاء کی پیوندکاری کا مربوط نظام قائم ہے۔

یہ سلسلہ 1983 میں آنکھ کی جھلی (قرنیہ) کی پیوندکاری کے عمل سے شروع ہوا۔ اس طرح یہاں 1986 میں دل کی پیوندکاری کا پہلا کامیاب آپریشن کیا گیا۔ ہڈی کے گودے کی پیوندکاری کا عمل 1989 میں شروع کیا گیا۔ 1990 میں سعودی عرب میں جگر کی پیوندکاری کے عمل کا آغاز ہوا اس کے ساتھ ساتھ پھیپھڑوں اور لبلبے کی پیوندکاری کے بھی کامیاب آپریشن کیے گئے۔ 1984 میں "قومی ادارہ برائے پیوندکاری گردہ" کے قیام کے بعد مملکت میں بعد از مرگ پیوندکاری کو بہت زیادہ فروغ ملا۔ 1993 میں اس ادارہ کو وسعت دے کر اس کا نام "سعودی ادارہ برائے پیوندکاری اعضاء" رکھا گیا۔ سعودی عرب میں جگر کی پیوندکاری کے چار، دل کی پیوندکاری کا ایک اور گردوں کی پیوندکاری کے سولہ مراکز قائم ہیں۔

مشرق وسطیٰ میں اعضاء کے اشتراک کا ادارہ 1996 میں قائم ہوا اور اس میں شامل ممالک (کویت، اسپین، قطر، بحرین اور سعودی عرب) میں باہمی تعاون کے نتیجے میں 53 گردے، 94 جگر، 8 دل، 26 دل کے والو اور 13 پھیپھڑوں کی پیوندکاری کے آپریشن ہو چکے ہیں۔

بین الاقوامی رجسٹری برائے عطیہ اعضاء اور پیوندکاری (IRODAT) کے مطابق 2012 سے 2014 کے دوران سعودی عرب میں پیوندکاری کے 2,627 آپریشن ہو چکے ہیں جس میں سے 833 بعد از مرگ عطیہ اعضاء شامل تھے۔ اس عرصے کے دوران گردے

کے 1,813، آنکھ کی جھلی (قرنیہ) 45، دل کے والو کے 60 اور پھیپھڑوں کی پیوندکاری 13 کے آپریشن ہو چکے ہیں۔ گزشتہ تین برسوں کے دوران جگر کی پیوندکاری کے 488 آپریشن کئے گئے جس میں سے 33 فیصد اعضاء بعد از مرگ عطیے سے حاصل کئے گئے۔

ایران

ایران ان ترقی پذیر مسلم ممالک میں شامل ہے جہاں معیار تعلیم بلند ہونے کی وجہ سے علم طب میں تیزی سے ترقی ہوئی ہے۔ اپنے مخصوص سیاسی اور سماجی حالات کے باوجود ایران تبدیلی اعضاء کے شعبے میں بدستور آگے بڑھ رہا ہے۔ 1936ء میں تہران میں قرنیہ کی پیوندکاری کی گئی۔ 1968ء میں ڈاکٹر سنازادہ (Sanadizadeh) نے ایران میں گردے کی تبدیلی سے باقاعدہ تبدیلی اعضاء کے آپریشن کا آغاز کیا۔ 1989 سے اس شعبے میں نمایاں ترقی کی بنیادی وجہ ایران کے اعلیٰ اختیاری مذہبی لیڈر کا وہ فتویٰ تھا جس کے مطابق دماغی موت کے بعد انسان کے جسم سے اعضاء نکالنے کی اجازت دی گئی۔ اس فتوے کے بعد ملک کے مختلف طبی اداروں میں بعد از مرگ اعضاء کے عطیے کے رجحان میں اضافہ ہوا اور دل، جگر اور گردے کی پیوندکاری کے عمل کا باقاعدہ آغاز ہوگیا۔ 1993 میں ڈاکٹر مالک حسینی (Malek Hosseini) نے نمازی ہسپتال شیراز میں بعد از مرگ عطیہ کیے ہوئے جگر سے بھی پیوندکاری کر کے سینکڑوں مریضوں کی زندگیاں بچانے کا سلسلہ شروع کیا۔ 2000ء میں خمینی ہسپتال تہران میں پھیپھڑے کی پیوندکاری کا آغاز ہوا۔

ایران میں تبدیلیٔ اعضاء کا یہ سفر تیزی سے ترقی کرتا رہا اور 2006 میں ڈاکٹر مالک حسینی نے لبلبے کی کامیاب پیوندکاری کی، 2000 میں ایرانی پارلیمنٹ نے دماغی موت اور عطیہ اعضاء کا بل منظور کیا جس سے بعد از مرگ اعضاء کے عطیہ کے عمل کو قانونی حیثیت حاصل ہوگئی۔ اس بل کی منظوری کے بعد ایران کے شعبہ صحت نے باقاعدہ طور پر دماغی موت کی نشاندہی

کرنے اور اعضاء کو بحفاظت مطلوبہ ہسپتالوں تک پہنچانے کے لئے یونٹ تشکیل دیئے۔

خاندان میں عطیہ دینے والے کی عدم دستیابی کے باعث مریضوں کی تعداد میں اضافہ ہوگیا تھا۔ ایسے تمام مریضوں کو بعد از مرگ عطیہء اعضاء کے پروگرام سے مدد ملی جس کا فائدہ یہ ہوا کہ 1999 میں گردے کی تبدیلی کے انتظار کی فہرست میں شامل تمام مریضوں کے گردوں کی پیوندکاری کردی گئی۔

2011 میں ایران دنیا کے ان چالیس ممالک میں شامل ہوگیا جہاں جگر کی تبدیلی کثیر تعداد میں کی جاتی ہے اور ان میں زیادہ تر جگر بعد از مرگ عطیے سے حاصل ہوئے۔

ایران کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ وہ MESOT کے تمام رکن ممالک میں بعد از مرگ اعضاء کے عطیات کے سلسلے میں سرفہرست ہے۔

ایران کا شمار دنیا کے ان پچاس ممالک میں ہوتا ہے جہاں بعد از مرگ عطیہ اعضاء کا نظام بہترین ہے۔ 2013 میں ایران ترقی کر کے اس فہرست میں 33 ویں نمبر سے 27 ویں نمبر پر آگیا۔

بین اقوامی ادارہ برائے رجسٹریشن اعضاء اور ٹرانسپلانٹیشن (IRODOT) کے اعداد و شمار کے مطابق 2012 سے 2013 تک 19,295 اعضاء کی پیوندکاری کی گئی جن میں (84%) 16,215 اعضاء بعد از مرگ عطیہ سے حاصل کیے گئے۔

اس دوران گردے کے 5090 جگر کے 1060 لبلبے کے 57، دل کے 168، آنکھ کی جھلی (قرنیے) کے 9335 اور خون کی شریانوں کی پیوندکاری کے 34 آپریشن کیے گئے ہیں۔

کویت

مشرق وسطیٰ میں گردے کی پہلی پیوندکاری کویت میں فروری 1979 میں ہوئی۔

1984 میں "تنظیم اعضاء پیوندکاری کویت" کا قیام عمل میں آیا۔ اس تنظیم کے قیام کا مقصد شہریوں کو اعضاء کی پیوند کاری کی اہمیت سے آگاہی، مریضوں کو طبی اور معاشی سہولیات مہیا کرنا ہے۔ اس کے علاوہ اس کے مقاصد میں سائنسی اور تحقیقی میدان میں لوگوں کی حوصلہ افزائی کرنا اور پیوندکاری کے متعلق جدید معلومات فراہم کرنا بھی شامل ہے۔ یہ ادارہ عرب اور باقی دنیا کی اس طرح کی تنظیموں کے درمیان تعلق اور تعاون کو فروغ دینے کا بھی کام کرتا ہے۔ اس طرح لوگوں میں بیماری سے بچاؤ، علاج اور بیداری کا عمل بھی جاری رہتا ہے۔

کویت اور سعودی عرب کے درمیان اعضاء کے اشتراک کا نظام 1996 میں شروع ہوا جو تا حال نہایت کامیابی سے جاری ہے۔ اکتوبر 2001 میں کویت میں ہڈی کے گودے کی پیوندکاری شروع ہوئی۔

MESOT کی 2013 رجسٹری رپورٹ کے مطابق سن 2012 تک کویت میں گردوں کی پیوندکاری کے 1739 آپریشن ہو چکے ہیں جن میں سے مختلف خاندان کے افراد سے ان کی زندگی میں عطیہ کردہ اعضاء کی تعداد 1291 ہے۔

2012ء میں کویت میں پیوندکاری کی شرح ہر دس لاکھ لوگوں میں 26.4 تھی جو کہ MESOT کے بیشتر ممالک کے مقابلے میں زیادہ ہے۔

لبنان

مسلم ممالک میں اعضاء کی پیوندکاری کے عمل میں لبنان بھی قابل ذکر ہے۔ بہتر معیار تعلیم اور منظم طرز زندگی ان وجوہات میں شامل ہیں جن کے باعث لبنان میں تبدیلی اعضاء کا ایک مربوط نظام رائج ہے اور تیزی سے ترقی کر رہا ہے۔

1972 میں لبنان کے بابر ہسپتال میں پہلی مرتبہ گردے کی پیوندکاری ہوئی۔ 1985

میں رزق ہسپتال میں پہلے ٹرانسپلانٹ سینٹر کا باقاعدہ آغاز ہوا۔

اس کے بعد تین مزید سینٹرز کھولے گئے اُن میں 1997 میں امریکن یونیورسٹی ہسپتال بیروت اور 1998 میں سینٹ جارج ہسپتال کے سینٹر شامل ہیں۔

جولائی 1999 میں لبنان میں پہلی مرتبہ بعد از مرگ عطیہء اعضاء کو بروئے کار لاتے ہوئے گردے کی پیوندکاری کی گئی 1997 میں بچوں کے اعضاء کی پیوندکاری کے لئے ایک ایسوسی ایشن وجود میں آئی جس کا مقصد لوگوں میں بعد از مرگ عطیہء اعضاء کی آگاہی میں اضافہ بھی شامل ہے۔ 1998 میں دل کی پیوندکاری کی گئی جب کہ اسی سال لبنان کے دوسرے سینٹرز میں جگر کی پیوندکاری کر کے تبدیلی اعضاء کے عمل کو فروغ دیا گیا۔

2002 میں ملکی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے "قومی ادارہ برائے عطیہء اعضاء و پیوندکاری" (National organization for organ and tissue donation and transplantation NOOTDT) تشکیل دیا گیا۔ اس ادارے کا مقصد لبنان کے کسی بھی حصہ میں کسی بھی وقت اگر اعضاء میسر ہوں تو ان کو نکالنا اور مطلوبہ ہسپتال تک پہنچانا ہے۔ NOOTDT کے اعداد وشمار کے مطابق 1985 سے 2012 تک لبنان میں قرنیہ کے 1900، گردے کے 1389، ہڈیوں کے گودے کے 600 اور دل کی پیوندکاری کے 39 آپریشن کئے گئے جبکہ جگر کے 58× ٹرانسپلانٹ بعد از مرگ عطیہء اعضاء کو بروئے کار لا کر سرانجام دیئے گئے۔

ملائیشیا

ملائیشیا میں اعضاء کی پیوندکاری کا آغاز 1975 میں گردے کی پیوندکاری سے کیا گیا۔ دل کا پہلا کامیاب ٹرانسپلانٹ 1997 میں ہوا۔ 2006 میں جگر کی پیوندکاری کامیابی سے کی گئی۔ 2007 کے اعداد وشمار کے مطابق 50 فیصد پیوندکاری بعد از مرگ عطیہء اعضاء

کی مدد سے کی گئی۔ 1987 کے اوائل سے ملائیشیا میں ہڈی کے گودے کا ٹرانسپلانٹ باقاعدگی سے کیا جا رہا ہے۔

ملائیشیا میں طبی اخلاقیات کا معیار بہت بلند ہے چنانچہ تمام پیوندکاری کا ریکارڈ عالمی اداروں کو بھی فراہم کیا جاتا ہے۔"ملائیشین سوسائٹی آف ٹرانسپلانٹیشن"(Malaysian MST Society of Transplantation) کا قیام 1994 میں عمل میں آیا۔" نیشنل ٹرانسپلانٹ رجسٹری"(NTR National Transplant Registry) بھی ایک فعال ادارہ ہے جو ملک میں پیوندکاری کے حجم اور معیار سے متعلق اپنا کردار ادا کر رہا ہے۔

یہ امر بڑا حوصلہ افزا ہے کہ ملائیشیا میں گردے کی پیوندکاری کے 49 متحرک سینٹرز کام کر رہے ہیں۔ جبکہ 4 سینٹرز جگر کی پیوندکاری کے لئے مختص ہیں اور 2 سینٹرز ایسے بھی ہیں جہاں دل اور پھیپھڑے کی پیوندکاری کی جاتی ہے اعضاء کی پیوندکاری کے بیشتر ادارے عوام کی دسترس میں ہیں۔

☆☆☆

اعضاء کے حصول اور تبدیلیٔ اعضاء کا طریقہء کار

متوقع ڈونر کا تعین انتہائی نگہداشت کے وارڈ میں کام کرنے والے ماہرین کرتے ہیں۔

جب معالج کسی مریض کو دماغی موت کا سرٹیفیکیٹ دیتا ہے تو یہ اطلاع ہیومن اور گن اینڈ ٹرانسپلانٹ اتھارٹی (HOTA) کی ٹیم کو بہم پہنچائی جاتی ہے۔

ٹرانسپلانٹ کے افسر برائے تعلقاتِ عامہ، ایسے مریض کے کوائف کا جائزہ لیتے ہیں، ایسے تمام عوامل (جو عطیہء اعضاء کے مانع ہو سکتے ہیں) کو مدِ نظر رکھتے ہوئے مزید ٹیسٹ کروائے جاتے ہیں۔

مریض کا علاج کرنے والے معالج فوراً متوقع ڈونر کے خاندان/ اہلِ خانہ سے رابطہ کر کے مریض کی صورتِ حال اور دماغی موت کی تصدیق کے متعلق آگاہ کرتے ہیں اور یہ بات کھل کر بتائی جاتی ہے کہ طبی سائنس میں دماغی موت ہی دراصل حقیقی موت ہے اور اب اس مریض کو مردہ تصور کیا جاتا ہے۔

ٹرانسپلانٹ کے تعلقاتِ عامہ کے افسر جب اس بات کا حتمی اندازہ لگا لیتے ہیں کہ

بعد از مرگ اعضاء کے عطیہ کے لئے فلاں مریض موزوں سمجھا جارہا ہے تو اس مریض کے اہلِ خانہ سے طے شدہ وقت پر مل کر اعضاء کے عطیے کی ضرورت اور اہمیت پر بات کی جاتی ہے۔ اور پھر مستقبل کو مدِ نظر رکھ کر لواحقین سے اجازت نامہ لیا جاتا ہے۔

ٹرانسپلانٹ کوآرڈینیٹر (Coordinator) اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ تمام قانونی چارہ جوئی کر لی گئی ہے اور متعلقہ کاغذات مکمل ہیں۔

اجازت ملنے کے بعد ٹرانسپلانٹ کرنے والی عملِ جراحی کی ٹیم کو اطلاع کی جاتی ہے، جو اپنے یہاں اُن تمام مریضوں کی تیاری کو (جنہیں مختلف اعضاء کی ضرورت ہے اور جن کا تعین پہلے سے ہی ہو چکا ہوتا ہے) حتمی شکل دی جاتی ہے۔

ڈونر کے اعضاء کو سائنسی بنیادوں پر انتہائی تقدس و احترام سے نکال کر جلد از جلد اُن جگہوں تک پہنچائے جانے کا بندوبست کیا جاتا ہے جہاں اعضاء ناکارہ ہونے والے مریض اعضاء کے منتظر ہوتے ہیں۔ اعضاء کی منتقلی کا آپریشن چھ سے بارہ گھنٹے پر محیط ہوتا ہے۔

نوٹ: یاد رہے کہ اس عمل کے دوران ڈونر بننے والے خوش قسمت مریض کی آخری رسومات، تجہیز و تکفین میں کوئی دیر نہیں لگتی۔ نیز یہ امر بھی قابلِ غور ہے کہ مریض کا علاج کرنے والے معالج اور اعضاء کے عطیہ کیلئے HOTA کے نمائندے کا آپس میں کوئی رابطہ نہیں ہوتا ہے یہ دو الگ ٹیمیں ہیں، جو ایک دوسرے کے کام میں مداخلت نہیں کرتیں۔ ورنہ یہ سوال بھی پیدا ہو سکتا ہے کہ کہیں ڈونر مریض کے علاج میں کسی قسم کی کمی یا تساہل سے کام لیا گیا ہو۔

☆☆☆

اورگن ڈونر (Organ Donor)
(مُعطیٔ اعضاء) کیسے بنا جا سکتا ہے؟

ہر عاقل اور بالغ شخص اورگن ڈونر (Organ Donor) بن سکتا ہے۔ اس کے لئے اپنی رضامندی کا اظہار کرنا ہوتا ہے کہ بعد از مرگ میرے اعضاء عطیہ کر دیے جائیں، اپنے اس ارادے کی اطلاع اپنے خاندان کے افراد کو بھی ضرور دینی چاہئے۔

اس مقصد کے لئے ڈونر کارڈ (Donor card) پُر کیا جاتا ہے۔ یہ ہر وقت اپنے پاس رکھنے کی صورت میں نہ صرف دوسروں کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے بلکہ یہ ایک یادداشت ہے کہ یہ شخص بعد از مرگ اپنے اعضاء عطیہ کرنے کا ارادہ کر چکا ہے اس خواہش کا احترام اس وقت کرنا ہوتا ہے جب وصیت کرنے والے شخص کی دماغی موت واقع ہو چکی ہو۔ اگر عزیز و اقارب اجازت دیں تب ہی اعضاء کے حصول کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا جا سکتا ہے۔ اس اظہار

رضامندی کے لئے آن لائن www.tx-society-pk.org پر رجسٹریشن بھی کی جاسکتی ہے یا (UAN) 429284-111- 021(HAYATI-111-021) پر بھی اطلاع کر کے معلومات حاصل کی جاسکتی ہیں۔ اعضاء عطیے کرنے کا اظہار وقتاً فوقتاً اپنے بیوی بچوں اور قریبی رشتے داروں سے ضرور کرتے رہنا چاہیے کیونکہ آخری اجازت نامہ خاندان ہی سے لیا جاتا ہے اور قانونی رشتہ دار عطیہء اعضاء کے لئے انکار کر دیتے ہیں تو اسکی صورت میں عطیہء اعضاء کی وصیت کے باوجود اعضاء نہیں لئے جاتے۔ ان ایک سو افراد میں سے جنہوں نے اپنی زندگی میں اپنے اعضاء عطیہ کا ارادہ کیا ہو، کوئی ایک خوش نصیب ایسا ہوتا ہے جس کے اعضاء عطیہ ہوتے ہیں۔ جیسے کہ پہلے بتایا گیا ہے کہ صرف وہی شخص اپنے اعضاء عطیہ کرسکتا ہے جو مصنوعی سانس کی مشین (VENTILATOR) پر ہو اور اس کی دماغی موت واقع ہو چکی ہو۔ اگر کسی شخص نے پہلے اپنے اعضاء کے عطیے کی وصیت کی ہو اور وہ بعد میں اپنے فیصلے کو تبدیل کرنا چاہے تو وہ ایسا باآسانی اطلاع دے کر کرسکتا ہے۔ اعضاء کے حصول کے لیے کوئی زبردستی نہیں کرسکتا اور یہ کسی بھی شخص کی اپنی رضامندی اور لواحقین کی اجازت کے بغیر ممکن نہیں۔

☆☆☆

پاکستان میں انسانی اعضاء کی پیوندکاری کے قانون کا تاریخی پس منظر اور قابل غور نکات

اعضاء کی پیوندکاری کے قانون سے پہلے غیر قانونی طور پر گردوں کی منتقلی ایک تشویش طلب مسئلہ تھا۔ پاکستان کے مختلف طبّی اداروں میں تجارتی بنیادوں پر گردوں کی منتقلی ایک گھناؤنے کاروبار کی حیثیت سے کامیابی سے جاری تھی۔ کمال یہ تھا کہ اعضاء کی خرید وفروخت کی تشہیر انٹرنیٹ کے ذریعے دنیا بھر میں کی جاتی تھی۔

پاکستان میں اعضاء کی غیر قانونی منتقلی کو روکنے کے لئے جو کوششیں ہوئیں اُن کے نتیجے میں انسانی اعضاء کی پیوندکاری کے ضابطے کا قانون عمل میں آیا۔

واقعات

1979 پاکستان میں سرکاری شعبہ میں قریبی رشتہ داروں سے عطیہ شدہ گردوں کی

منتقلی کے آپریشن کا آغاز ہوا۔

1990 گردوں کی سالانہ منتقلی کی تعداد 500 سے تجاوز کر گئی لیکن پہلی خلاف ورزی اس وقت سامنے آئی جب ایک ہسپتال میں کسی رشتہ دار کے عطیے کے بجائے ،عضو غیر رشتہ دار سے حاصل کر کے منتقل کر دیا گیا اور عضو دینے والے کو رقم بھی دی گئی پھر اس کاروبار میں تیزی آ گئی پہلے اس قسم کی پیوندکاری کا حجم 80 فیصد ہوا اور آنے والی دہائیوں میں غیر قانونی اعضاء کی منتقلی سالانہ 1000 تک پہنچ گئی۔

1992 سینیٹ میں اعضاء کی منتقلی کے بارے میں ایک بل پیش ہوا جو پیوندکاری کے مسلمہ اخلاق اور قانونی طریقہ کار اور" عالمی ادارہ صحت" (World Health Organization WHO) اور" بین الاقوامی سوسائٹی برائے اعضاء کی منتقلی'' کی ہدایت کے عین مطابق تھا۔ مگر اعضاء کے سوداگروں نے یہ کوشش ناکام بنادی۔

2000 قانون کی مخالفت کے ساتھ ساتھ اعضاء کی منتقلی کا غیر قانونی کاروبار بھی جاری رہا۔ یہاں گردے کی منتقلی کے آپریشن کرانے کے لئے آنے والے غیر ملکیوں کی آمد بھی بڑھتی رہی۔ وہ مقامی افراد کو رقم دے کر گردہ خریدتے تھے۔ ادھر وزارت صحت ، Sindh Institute of Urology and Transplantation-SIUT، میڈیا ، سول سوسائٹی اور سماجی تنظیمیں ان کی راہ میں رکاوٹ بنی رہیں۔

2004 غیر قانونی اور غیر اخلاقی بنیادوں پر اعضاء کی منتقلی کو ختم کرانے میں پہلی کامیابی اس وقت ملی جب اس سلسلے میں سینیٹ کے ایک رکن نے بل پیش کیا۔ بالآخر یہ معاملہ وفاقی کابینہ کے ایجنڈے میں شامل کر لیا گیا۔ اس

سلسلے میں عالمی ادارہ صحت نے اپنے علاقائی دفتر سے مطلوبہ اخلاقی مدد فراہم کی۔

2006 اکتوبر 2004 میں وفاقی کابینہ کے اجلاس میں اعضاء کی منتقلی کو زیر بحث لایا گیا لیکن اسے اکتوبر 2006 تک مؤخر کر دیا گیا۔ یہ وہ دور تھا جب اعضاء کی منتقلی کا قانون بننے کے عمل میں ابہام پیدا کر دیا گیا۔ لیکن اس تحریک کے حامی قانون کی حمایت میں ہر فورم پر پرزور آواز بلند کرتے رہے۔ SIUT کی آواز سب سے بلند رہی۔ اس دور میں غیر قانونی اور غیر اخلاقی طور پر بڑھتی ہوئی اعضاء کی منتقلی اور گردے کے خرید وفروخت کے کاروبار کو روکنے کے لیے سخت چیلنج کا سامنا کرنا پڑا۔

2007 اعضاء کی غیر قانونی منتقلی کو روکنے کے سلسلے میں ایک اہم پیش رفت اس وقت ہوئی جب پاکستان کی عدالتِ عالیہ کے از خود نوٹس کی بنیاد پر حکومت سے کہا گیا کہ وہ اعضاء کی منتقلی کا ایک قانون نافذ کرے۔

2008 مخالف قوتوں کی جانب سے قومی اسمبلی کی قائمہ کمیٹی برائے صحت کے اس قانون کی شقوں میں نرمی کرنے کی سفارش کی گئی۔ تاہم قائمہ کمیٹی برائے صحت اور انسانی حقوق نے اس کو مسترد کر دیا۔ ملک کی وفاقی شرعی عدالت میں ایک مقدمہ پیش ہوا جس میں اس قانون کی صحت کو چیلنج کیا گیا۔ اس سلسلے میں اسلام آباد، کراچی اور لاہور میں بارہ مرتبہ پیشیاں ہوئیں جس میں تمام اعتراضات کو کالعدم قرار دیتے ہوئے غیر قانونی اعضاء کے کاروبار پر پابندی کو برقرار رکھا گیا۔

2009 23 جون 2009 کو عدالتِ عالیہ نے ایک نجی ہسپتال کے خلاف از خود نوٹس لیتے ہوئے غیر قانونی اعضاء کی منتقلی کی نشاندہی کی اور قانون کی

پاسداری کرنے پر زور دیا۔ 12 نومبر 2009 کو قومی اسمبلی نے صحت کی قائمہ کمیٹی کی سفارشات کی بنیاد پر متفقہ طور پر ایک بل منظور کیا۔

2010 17 مارچ 2010 کو صدر پاکستان نے اس بل پر دستخط کر کے اسے قانون کی شکل دے دی۔ یہ طے کیا گیا کہ عطیہ دینے والے/والی کی عمر 18 سال سے کم نہیں ہوگی اور عطیہ دینے کا فیصلہ رضا کارانہ ہوگا اور اعضاء وصول کرنے والا ایک ایسا شخص ہوگا جو زندہ ہو اور قانونی اور طبی اعتبار سے قریبی رشتہ دار ہو۔

نگراں ادارہ:

وفاقی وزارت صحت کی سربراہی میں ایک نگران ادارہ (HOTA) کا قیام عمل میں آیا جس میں وفاقی سیکریٹری برائے صحت کے علاوہ سات ممتاز ٹرانسپلانٹ سرجن شامل کیے گئے۔ اس ادارے کی مندرجہ ذیل ذمہ داریاں طے پائیں۔

☆ تبدیلی اعضاء کے عمل کی نگرانی کرنا اور مستند طبی اداروں اور اسپتالوں میں طے شدہ قوانین پر عمل درآمد کرانا۔
☆ آرڈیننس کی کسی شق کی خلاف ورزی کے بارے میں الزامات کی تحقیقات کروانا۔
☆ وہ ادارے جن میں تبدیلی اعضاء کا عمل انجام دیا جاتا ہے ان کی نگرانی کرنا۔
☆ ایک قومی اور علاقائی رجسٹری یا کمیٹی قائم کرنا جو نا صرف اعضاء کی پیوندکاری کی سرگرمیوں کا جائزہ لینے کے علاوہ ان کے معیار اور نتائج کی بھی جانچ پڑتال کرے۔

اعضاء کی تجارت کی سزا

اس قانون کے مطابق انسانی اعضاء کی تجارت ایک قابل سزا جرم تصور کیا جائے گا، جس کی سزا دس سال قید ہوسکتی ہے اور اس کے ساتھ مالی جرمانہ بھی شامل ہوگا۔ اس کے علاوہ

اگر اس میں کوئی معالج شامل ہے تو پاکستان میڈیکل اینڈ ڈینٹل کونسل ابتداء میں تین سال تک رجسٹریشن منسوخ کرنے کی اہل ہوگی اور بعد میں رجسٹریشن مستقل طور پر ختم بھی کی جا سکتی ہے۔

مزید برآں اعضاء کی منتقلی صرف ٹرانسپلانٹ سرجن اور فزیشن کے ذریعے ہوگی جو اس سے پہلے ایک تحریری سرٹیفیکیٹ حاصل کریں گے یہ سرٹیفیکیٹ HOTA جاری کرے گا۔

گزشتہ دو دہائیوں میں تمام متعلقہ ادارے، گردے کے کاروبار اور اعضاء کی تجارتی بنیادوں پر منتقلی کے روک تھام میں بھی مصروف رہے۔ ان اداروں میں سندھ انسٹیٹیوٹ آف یورولوجی اینڈ ٹرانسپلانٹیشن SIUT، ٹرانسپلانٹ سوسائٹی آف پاکستان TSP، پاکستان سوسائٹی آف یورولوجی PSU اور پاکستان ایسوسی ایشن آف یورولوجیکل سرجنز PAUS اور عالمی ادارہ صحت WHO شامل ہیں۔

سندھ انسٹیٹیوٹ آف یورولوجی اینڈ ٹرانسپلانٹیشن اور وزارت صحت نے قانون کی تیاری میں کلیدی کردار ادا کیا تاکہ تکنیکی امور میں دشواری نہ ہو اور اعضاء کی منتقلی کے پروگرام میں قانونی اور اخلاقی اُمور کی مکمل پاسداری کی جائے۔

پاکستان کے نظام صحت کو جن چیلنجوں کا سامنا ہے ان میں اعضاء کے خرید و فروخت جیسی گھناؤنی تجارت بھی شامل ہے جو عطیہ دینے اور وصول کرنے والے، دونوں افراد کی زندگی کے لئے خطرناک ہے۔

تبدیلی اعضاء کی غیر قانونی سرگرمیوں کو روکنا اور قانون پر عمل درآمد کرانا ایک مشکل فریضہ ہے۔ وہ تمام افراد اور ادارے جو اعضاء کی تجارت کی سرکوبی کا بیڑا اُٹھائے ہوئے ہیں مکمل تعاون فراہم کریں اور بعد از مرگ اعضاء کے عطیات کے کلچر کے فروغ میں اپنا کردار ادا کریں۔

اس کی کمی کو صرف بعد از مرگ عطیہ اعضاء سے ہی کسی حد تک پورا کیا جا سکتا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ عوام میں اعضاء کے عطیات کی آگاہی کی کاوشوں میں اضافہ

کیا جائے۔ جس کے ذریعے بعد از مرگ اعضاء کے عطیہ کرنے کا رواج ملک میں حقیقی شکل اختیار کر سکتا ہے۔ جن ممالک میں بعد از مرگ اعضاء عطیہ کرنے کا کلچر فروغ پا چکا ہے وہاں اعضاء کی غیر قانونی خرید وفروخت نہیں ہوتی یہ اعضاء صرف اسی ملک کے شہریوں کو لگائے جا سکتے ہیں۔

☆☆☆

یادداشت